نُصرۃ

میگزین

نصرۃ میگزین شمارہ 45
بمطابق نومبر / دسمبر 2018
ربیع الاول/ربیع الثانی 1440 ہجری

عطاء بن خلیل ابو الرشتہ
(امیر حزب التحریر)

تفسیر سورۃ البقرۃ آیت: 185-183

آئی ایم ایف کو مسترد کردو یہ ایک استعماری آلہ اور پاکستان کی معاشی تباہی کا ذمہ دار ہے

مظاہرے:
پاکستان کے مفادات کے تحفظ کے لیے نیٹو سپلائی لائن کاٹ دو، امریکہ کی غیر سرکاری فوج اور انٹیلی جنس کو ملک بدر کرو اور امریکی سفارتخانے اور قونصل خانوں کو بند کرو جو جاسوسی کے اڈے ہیں

وہ شخص خوش قسمت ہے جو اس بات کو تسلیم کرتا ہے کہ رزق صرف اور صرف اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ہاتھ میں ہے

نَصر:
اس کے معنی، اسباب، دو شرائط اور اس کی راہ میں حائل رکاوٹیں

الفاتح، محمد بن قاسم الثقفی سے ملنے والا سبق

نصرة میگزین / شمارہ 45

بمطابق نومبر/ دسمبر 2018 ربیع الاول/ربیع الثانی 1440 ہجری

اس شمارے میں

استعماری قرض کا جال	اداریہ	1
تفسیر سورۃ البقرۃ 185 - 183	شیخ عطاء بن خلیل ابوالرَشتہ	2
وہ شخص خوش قسمت ہے جو اس بات کو تسلیم کرتا ہے کہ رزق صرف اور صرف اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ہاتھ میں ہے	مصعب عمیر	8
پاکستان میں اسلامی تعلیم: ماضی اور حال	اخلاق جہاں	11
جنگی پالیسی	حزب التحریر	14
نَصر: اس کے معنی، اسباب، دو شرائط اور اس کی راہ میں حائل رکاوٹیں	عبدالکریم ابو مصعب	19
کشمیر کو آزاد صرف افواج پاکستان کی طاقت اور جہاد کے ذریعے ہی کریا جاسکتا ہے	میڈیا آفس ولایہ پاکستان	25
خبر پر تبصرہ	حزب التحریر	27
الفاتح، محمد بن قاسم الثقفی سے ملنے والا سبق	بلال المہاجر	28
آئی ایم ایف کو مسترد کردو یہ ایک استعماری آلہ اور پاکستان کی معاشی تباہی کا ذمہ دار ہے	حزب التحریر	31
کاسمیٹک سرجری کے متعلق حکمِ شرعی کیا ہے؟	سوال وجواب	34
احسن طریقے سے قرض کی واپسی	سوال وجواب	36
ترکی کے لِیرا کا زوال	سوال وجواب	38
پاکستان کے مفادات کے تحفظ کے لیے نیٹو سپلائی لائن کاٹ دو، امریکی سفارتخانے اور قونصل خانوں کو بند کرو	میڈیا آفس ولایہ پاکستان	43

اداریہ: استعماری قرض کا جال

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وزیر خزانہ اسد عمر نے 7 نومبر 2018 کو آئی ایم ایف کے وفد کے، آئی ایم ایف کے پروگرام پر بات چیت کے لیے، پاکستان آنے کے حوالے سے یہ کہا کہ "ہم انیسوی بار آئی ایم ایف کے پاس جارہے ہیں اور ہماری خواہش ہے کہ یہ آخری بار ہو"۔ ہم یہ بات یقینی طور پر جانتے ہیں کہ آئی ایم ایف کے پاس انیسوی بار جانا بھی آخری بار نہیں ہوگا کیونکہ آئی ایم ایف کے پروگرام کو اس طرح سے ترتیب دیا جاتا ہے کہ قرضوں پر انحصار کبھی ختم نہ ہو۔ آئی ایم ایف مغربی دنیا کی معاشی برتری کو پوری دنیا پر قائم و دائم رکھنے کے لیے کام کرتا ہے۔ مغربی استعمار، آئی ایم ایف جیسے استعماری اداروں کے ذریعے دنیا بھر میں وہ پالیسیاں نافذ کرواتا ہے جو وہ خود اپنے لیے کبھی بھی پسند نہیں کرتا ہے۔

آئی ایم ایف اس بات پر اصرار کرتا ہے کہ پاکستان بھاری صنعتوں، توانائی اور معدنی شعبے میں کام کرنے والی سرکاری کمپنیوں (پبلک سیکٹر انٹرپرائزز) کی نجکاری کرے۔ لہٰذا آئی ایم ایف پبلک سیکٹر میں کام کرنے والی کمپنیوں کی نجکاری کا مطالبہ کرتا ہے جس کے نتیجے میں ریاست اس شعبے سے حاصل ہونے والے محاصل سے محروم ہو جائے گی۔ نجکاری کے اس عمل کو یہ کہہ کر آگے بڑھایا جاتا ہے کہ پبلک سیکٹر کی کمپنیوں کو ہونے والے خسارے کا خاتمہ ہوگا اور یہ بے بنیاد تصور عوام کے ذہنوں میں ڈالا جاتا ہے کہ "ریاست اچھے طریقے سے کاروبار نہیں کر سکتی"۔ یوں پبلک سیکٹر کے اداروں کو نجی شعبے کے حوالے کر دیا جاتا ہے جو ان سے اربوں کا نفع حاصل کرتے ہیں۔ اس طرح نجکاری کیے گئے اداروں سے حاصل ہونے والا منافع معاشرے کے ایک انتہائی چھوٹے سے حصے، اشرافیہ، کی جیبوں کو بھرنے لگتا ہے جبکہ اگر انہیں ریاست ایک اہل انتظامیہ کے ذریعے چلاتی تو اربوں کا یہ نفع پورے معاشرے میں گردش کرتا۔ لہٰذا آئی ایم ایف ریاستی حکام کی نااہلی، کرپشن اور صلاحیت میں کمی کو وجہ بنا کر پبلک سیکٹر کے شعبے میں کام کرنے والی کمپنیوں کی نجکاری پر زور دیتا ہے جن کے ذریعے خزانے کو بھاری محاصل ہو سکتے ہیں اگر انہیں اہل، باصلاحیت اور کرپشن سے پاک انتظامیہ کے ذریعے چلایا جائے۔ آئی ایم ایف کے مطالبے پر عمل کرنے سے ریاست غریب ہی رہتی ہے اور اسے قرضوں اور ٹیکسوں کی صورت میں وسائل کی ضرورت رہتی ہے۔ امریکا، خصوصاً ٹرمپ کی صدارت میں، اپنے صنعتی اور زرعی شعبے کے تحفظ کے لیے ملک میں آنے والی درآمدات پر بھاری ٹیکس عائد کرتا ہے لیکن آئی ایم ایف اس بات کو یقینی بناتی ہے کہ "کاروبار کے ماحول کو بہتر بنانے" کے نام پر پاکستان امریکا جیسا کوئی قدم نہ اٹھائے تاکہ اس کے وسائل اور مارکیٹ کا غیر ملکی استعماری طاقتیں استحصال کرتی رہیں۔ زرعی پیداوار کے لیے درکار اشیا، درآمدی مشینری اور کیمیائی کھادوں، پر ٹیکسوں میں بھاری اضافہ کیا گیا ہے اور اسی طرح صنعتی پیداوار کے لیے درکار توانائی اور معدنی وسائل کی قیمتوں میں اضافہ کر دیا گیا ہے۔ جس کے نتیجے میں مقامی پیداوار مفلوج ہو کر رہ گئی ہے اور غیر ملکی استعماری کمپنیوں کو مقامی کمپنیوں پر بالادستی حاصل ہو گئی ہے۔ براہِ راست غیر ملکی سرمایہ کاری کی حوصلہ افزائی کر کے غیر ملکی کمپنیوں کو پاکستان میں صنعتیں قائم کرنے میں آسانی فراہم کی جاتی ہے جس سے انہیں ہماری مارکیٹ میں بالادستی حاصل ہو جاتی ہے اور مزید پاکستان کے معاشی استحکام کو خراب کرنے کے لیے انہیں اپنے منافع ڈالروں میں باہر لے جانے کی اجازت بھی دی جاتی ہے۔

> پاکستان کے موجودہ حکمران اگرچہ پچھلے حکمرانوں کو موجودہ معاشی بحران کا ذمہ دار قرار دے رہے ہیں لیکن اس کے باوجود انہی کے نقش قدم پر ان سے بھی زیادہ تیز رفتاری سے چل رہے ہیں اور پاکستان کی معیشت کو آئی ایم ایف کی غلامی میں ڈبوتے چلے جا رہے ہیں۔ اس بات کے باوجود کہ پاکستان کو برطانیہ سے آزادی حاصل کئے 70 سال سے زائد کا عرصہ گزر چکا ہے، پاکستان کے حکمران آج بھی آنکھیں بند کر کے سرمایہ دارانہ معاشی نظام نافذ کر رہے ہیں جسے برطانیہ نے مغلوں کی اسلامی حکومت کے خاتمے کے بعد نافذ کیا تھا۔ پاکستان کبھی بھی معاشی گرداب سے نہیں نکل سکتا جب تک وہ سرمایہ دارانہ معاشی نظام ترک نہ کر دے اور اسلام کے نظام کو ایک بار پھر نافذ کر دے۔

پاکستان کے موجودہ حکمران اگرچہ پچھلے حکمرانوں کو موجودہ معاشی بحران کا ذمہ دار قرار دے رہے ہیں لیکن اس کے باوجود انہی کے نقش قدم پر ان سے بھی زیادہ تیز رفتاری سے چل رہے ہیں اور پاکستان کی معیشت کو آئی ایم ایف کی غلامی میں ڈبوتے چلے جا رہے ہیں۔ اس بات کے باوجود کہ پاکستان کو برطانیہ سے آزادی حاصل کئے 70 سال سے زائد کا عرصہ گزر چکا ہے، پاکستان کے حکمران آج بھی آنکھیں بند کر کے برطانیہ سرمایہ دارانہ معاشی نظام نافذ کر رہے ہیں جسے

بقیہ صفحہ 24 پر

تفسیر سورۃ البقرۃ: آیت 185-183

فقیہ اور مدبر سیاست دان امیر حزب التحریر شیخ عطا بن خلیل ابو رشتہ کی کتاب **تیسیر فی اصول التفسیر** سے اقتباس:

أعوذ باللہ من الشیطان الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ (البقرة: 183). أَيَّامًا مَعْدُودَاتٍ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَهُ وَأَنْ تَصُومُوا خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ (البقرة: 184). شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِنَ الْهُدَى وَالْفُرْقَانِ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ وَمَنْ كَانَ مَرِيضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَى مَا هَدَاكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ (البقرة: 185).

"اے ایمان والو! تم پر روزے لکھ دیے گئے ہیں، جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر لکھ دیے گئے تھے، تاکہ تمہارے اندر تقویٰ پیدا ہو۔ گنتی کے چند دن روزے رکھنے ہیں۔ پھر اگر تم میں سے کوئی شخص بیمار ہو یا سفر پر ہو تو وہ دوسرے دنوں میں اتنی ہی تعداد پوری کر لے۔ اور جو لوگ اس کی طاقت رکھتے ہوں وہ ایک مسکین کو کھانا کھلا کر (روزے کا) فدیہ ادا کریں۔ اس کے علاوہ اگر کوئی شخص اپنی خوشی سے کوئی نیکی کرے تو یہ اس کے حق میں بہتر ہے۔ اور اگر تمہیں سمجھ ہو تو روزے رکھنے میں تمہارے لیے زیادہ بہتری ہے۔ رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا جو لوگوں کے لیے سراپا ہدایت اور ایسی روشن نشانیوں کا حامل ہے جو صحیح راستہ دکھاتی ہیں اور یہ حق و باطل کے درمیان دو ٹوک فیصلہ کر دیتا ہے، لہٰذا تم میں سے جو شخص بھی یہ مہینہ پائے، وہ اس میں ضرور روزہ رکھے۔ اور اگر کوئی شخص بیمار ہو یا سفر پر ہو تو وہ دوسرے دنوں میں اتنی ہی تعداد پوری کر لے۔ اللہ تمہارے ساتھ آسانی کا معاملہ کرنا چاہتا ہے اور تمہارے لیے مشکل پیدا کرنا نہیں چاہتا، تاکہ (تم روزوں کی) گنتی پوری کر لو، اور اللہ نے تمہیں جو راہ دکھائی اس پر اللہ کی تکبیر کہو، اور تاکہ تم شکر گزار بنو۔" (البقرہ 185)

مندرجہ بالا آیات میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا ہے:

1۔ اللہ سبحانہ نے اہل ایمان (اُمّتِ مُسلمہ) پر روزہ فرض کیا ہے، جیسا کہ گذشتہ اقوام پر فرض کیا گیا تھا، یہاں پچھلی اقوام سے جس مماثلت کا ذکر ہے وہ روزے کی فرضیت ہے، دنوں کی تعداد اور اس کے لیے مہینے کی تعیین میں مماثلت نہیں۔ کیونکہ قرآن کی یہ آیت فرضیت روزہ کے حوالے سے ہی نص ہے، تعداد اور مہینے کی تعین میں نص نہیں ہے۔ آیت میں ہے کہ: [**كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ**] "تم پر روزے لکھ دیے گئے ہیں، جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر لکھ دیے گئے تھے"۔

2۔ ان آیات سے روزہ کا فرض ہونا کیسے ثابت ہوتا ہے تو یہ اس لیے کہ:

ا۔ [كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ] "تم پر روزہ لکھ دیا گیا ہے"، یہاں خبر دی جا رہی ہے مگر انداز طلب کا ہے یعنی روزہ رکھو۔

ب۔ مریض اور مسافر کے روزہ نہ رکھنے پر روزے کی قضا کا حکم لاگو ہونا حتمی طلب کا قرینہ ہے، کیونکہ اگر یہ حتمی طلب نہ ہوتی تو اس کی قضا کا حکم نہ دیا جاتا، قضا کا حکم اگلی آیت میں بیان کیا گیا ہے، ارشاد ہے: [**فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ**] "پھر اگر تم میں سے کوئی شخص بیمار ہو یا سفر پر ہو تو وہ دوسرے دنوں میں اتنی ہی تعداد پوری کر لے۔" اس لیے روزے کی طلب، طلبِ جازم (حتمی) ہے، چنانچہ روزہ رکھنا فرض ہے۔

ج۔ اس طرح اللہ تعالیٰ کا قول [**فَلْيَصُمْهُ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ**] "پس تم میں سے جو شخص بھی یہ مہینہ پائے" ہر اس شخص سے روزے کی طلب پر دلالت کرتا ہے جو اس ماہِ مبارک میں حاضر یعنی مقیم ہو۔ اس کے بعد یہ قول [**وَمَنْ كَانَ مَرِيضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ**] "پھر اگر تم میں سے کوئی شخص بیمار ہو یا سفر پر ہو تو وہ دوسرے دنوں میں اتنی ہی تعداد پوری کر لے۔" طلب کے حتمی ہونے کا قرینہ ہے۔ کیونکہ اس آیت سے مریض اور مسافر پر روزہ افطار کرنے کی صورت میں قضا کی ذمہ داری ثابت ہوتی ہے، اس سے بھی یہ معلوم ہوا کہ اس آیت میں جو حکم دیا گیا ہے، وہ حتمی ہے یعنی یہ کہ روزہ فرض ہے۔

د۔ یہ تو اس حوالے سے تھا کہ قرآن سے روزے کی فرضیت ثابت ہے، جہاں تک سنت کی بات ہے تو اس حوالے سے بہت کثرت سے احادیث وارد ہوئی ہیں۔ ایک حدیث حضرت عمرؓ نے روایت کی ہے جس میں وہ رسول اللہ ﷺ کے جبرئیلؑ کے ساتھ سوال و جواب کو روایت کرتے ہیں، جبرئیلؑ نے آکر آپ ﷺ سے

دریافت کیا: اسلام کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے جواب ارشاد فرمایا **((شهادة أن لا اله إلا الله وأن محمداً رسول الله، وإقام الصلاة المكتوبة، وإيتاء الزكاة، وصوم رمضان، وحج البيت من استطاع إليه سبيلاً))** "اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمد ﷺ اللہ کے بھیجے ہوئے (رسول) ہیں، فرض نماز کو پابندی کے ساتھ درست طریقے سے ادا کرنا، زکوٰۃ دینا، رمضان کے روزے رکھنا اور حج بیت اللہ (اللہ کے گھر کی زیارت) اُس کے لیے جو وہاں جاسکتا ہو"(ترمذی، مسلم)۔ حدیث میں سوال و جواب کا موضوع اسلام ہے جس کو اپنانا تمام لوگوں کے لیے فرض ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: **[إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ الإِسْلَامُ]** "بے شک (معتبر) دین تو اللہ کے نزدیک صرف اسلام ہے"۔ (آل عمران:19) اور **[وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ]** "اور جو کوئی شخص اسلام کے سوا کوئی اور دین اختیار کرے گا تو اُس سے وہ دین قبول نہیں کیا جائے گا اور آخرت میں وہ ان لوگوں میں شامل ہوگا جو سخت نقصان اٹھانے والے ہیں۔"(آل عمران:85) مذکورہ بالا حدیث میں جبرئیلؑ کا اسلام کے بارے میں سوال اور رسول ﷺ کا اس کے جواب میں روزہ کا ذکر کرنا اس کی دلیل ہے کہ روزہ فرض بلکہ ایک عظیم فرض ہے۔

اس طرح ایک اور روایت میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: **((بني الإسلام على خمس: شهادة أن لا إله إلا الله وأنَّ محمداً رسول الله وإقام الصلاة وإيتاء الزكاة وصوم رمضان وحج البيت من استطاع إليه سبيلاً))** "اسلام کی عمارت ان پانچ چیزوں پر کھڑی ہے: اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمد ﷺ اللہ کے بھیجے ہوئے رسول ہیں، نماز کو اچھی طرح پابندی سے ادا کرنا، زکوٰۃ دینا، رمضان کے روزے رکھنا اور صاحبِ استطاعت کا حج ادا کرنا۔" کسی شے کا ایسا ہونا کہ جس پر عمارت کھڑی ہوتی ہے، وصفِ مفہم ہوتا ہے جو حتمی طلب کا فائدہ دیتا ہے، حدیث میں ان پانچ امور کو بھی بنیاد اور ارکان اسلام بتایا گیا ہے، جس سے نتیجہ یہ حاصل ہوتا ہے کہ روزہ فرض ہے۔

3۔ اللہ تعالیٰ نے روزے کی ایک حکمت بھی بتائی ہے یعنی تقویٰ۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا: **[لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ]** "تاکہ تم تقویٰ والے بن جاؤ۔" تقویٰ کے معنی ہیں: اللہ کی خشیت، اطاعت و فرمانبرداری اور اللہ سبحانہ سے ملاقات کی تیاری میں لگے رہنا، جیسا کہ بعض صحابہؓ اس کو ایسے بیان کیا ہے: **الخوف من الجليل والعمل بالتنزيل والاستعداد ليوم الرحيل** جلیل (اللہ) کا خوف، تنزیل (قرآن) پر عمل اور رحیل (دنیا سے کوچ کرنے) کے دن کے لیے تیاری۔

روزہ دار پر لازم ہے کہ وہ روزے کی اس حکمت کو پا لینے کی خوب کوشش کرے کیونکہ اللہ سبحانہ نے روزہ کی فرضیت بیان کرتے ہوئے اس کی حکمت تقویٰ قرار دی ہے۔

اس بنا پر اپنے روزے کا جائزہ لینا چاہیے کہ روزہ رکھ کر اس کے کیا اثرات مرتب ہوئے؟ کیا دل میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی خشیت بڑھ گئی ہے؟ کیا اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت اور اس کی ملاقات کی تیاری میں اضافہ ہوا؟ اس کو پرکھنے کے لیے یہ دیکھا جائے کہ اعمال صالحہ میں کیا اور کتنا اضافہ کیا؟ ایسا روزہ ہی سچا اور حقیقی روزہ کہلاتا ہے، ایسے ہی روزے سے رب العالمین کی طرف سے اجر عظیم عطا کیا جاتا ہے، ایسے ہی روزے پر رسول اللہ ﷺ کی بشارت کا مستحق قرار دیا جاسکتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: **((كلّ عمل ابن آدم له إلا الصوم فإنه لي وأنا اجزي به))** "اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ابنِ آدم کا ہر عمل اپنے واسطے ہے مگر اس کا روزہ میرے لیے ہے، میں ہی اس کا بدلہ دوں گا۔" اور فرمایا: **((للصائم فرحتان: فرحة عند فطره، وأخرى عند لقائه ربه))** "روزہ دار کے لیے دو خوشیاں ہیں: ایک افطار کے وقت دوسری اپنے رب سے ملاقات کے وقت۔" اگر روزے کی اس حکمت یعنی تقویٰ کو حاصل نہیں کیا تو اس کا علاج اس دن کے آنے سے پہلے ضروری ہے، جب مال و اولاد نفع نہیں دے سکیں گے، اس دن صرف وہی شخص نجات پائے گا جو قلب سلیم لے کر آئے گا۔

4۔ **[أَيَّامًا مَعْدُودَاتٍ]** "چند دن" اس سے مراد تھوڑے دن ہیں، عرب کے لوگ تھوڑے کو معدود (گنتی کا) کہتے ہیں، گویا زیادہ چیز گنی نہیں جاسکتی۔ اس کی مثال اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے[**وَقَالُوا لَنْ**

تَمَسَّنَا النَّارُ إِلاَّ أَيَّامًا مَعْدُودَةً] (البقرۃ: 80)"اور یہود نے کہا: ہمیں چند دن ہی آگ چھوئے گی" یہود کے خیال میں یہ تھوڑے دن ہوں گے۔ اور اللہ سبحانہ کا قول **[وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُودَةٍ]** "اُنھوں نے یوسف علیہ سلام کو گنتی کے چند درہم میں بیچ دیا" (یوسف:20) یعنی تھوڑی قیمت میں۔

اس لیے اس[**مَعْدُودَاتٍ**]سے مراد تھوڑے ہیں۔ یہ تھوڑے دن رمضان کا مہینہ ہے جو انیتس یا تیس دن کا ہوتا ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث میں ایسا ہی آیا ہے((**الشهر تسعة وعشرون أو ثلاثون يوماً**))" مہینہ انیتس یا تیس دن کا ہوتا ہے"(بخاری، مسلم)۔

5۔اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے روزے کی فرضیت بیان فرما کر بیماروں اور مسافروں کو روزہ رکھنے یا افطار کرنے کی رخصت دی، کہ اگر بیماری اور سفر کی حالت میں روزہ توڑ دیتے ہیں تو دوسرے دنوں میں قضا ان کے ذمے لازم ہوگی۔ یہ اس مریض کے لیے ہے جس کو صحت یابی کی امید ہو، اور بیماری بھی ایسی ہو جس میں اگر وہ روزہ رکھنا چاہے تو رکھ لے یا توڑ دے، اسی طرح یہ حکم اس مسافر کے لیے بھی ہے جس کے لیے روزہ رکھنا ممکن ہو، ان کو یہ رخصت دی گئی ہے، چاہے تو روزہ رکھ لیں ورنہ نہ رکھیں اور بیماری اور سفر کے اختتام پر قضا کرلیں۔

بیماری تو واضح ہے، البتہ سفر سے مراد شرعی سفر ہے، جس میں نمازِ قصر پڑھی جاتی ہے، اس کا تعین صحابہؓ سے نقل کیا گیا ہے۔ ابن عباسؓ سے کسی نے پوچھا کہ کتنے سفر پر قصر نماز پڑھنی چاہیے؟ تو فرمایا **من عسفان للطائف أو جدة للطائف**" عسفان سے طائف یا جدہ سے طائف۔"(موطا، امام مالک)۔ دیگر روایات میں یہ الفاظ ہیں کہ، **ثلاثة فراسخ والفرسخ أربعة برد** " تین فرسخ اور ایک فرسخ چار برید ہوتے ہیں"(مسلم، ابو داؤد)۔ جس کا اندازہ آج کل کے پیمانے میں 90 کلو میٹر ہے۔

6۔ **[وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ]** یہ بیان فرمانے کے بعد کہ مسلمانوں پر روزہ فرض ہے اور یہ ماہِ رمضان کے چند دن ہیں، آیت کے اس حصے میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کا حکم بھی بیان فرمایا جو وقتی یا دائمی طور پر روزے کی طاقت نہیں رکھتے ،اس کا بیان کچھ یوں ہے:

ا ۔**[فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ]** یہ وہ لوگ ہیں جو عارضی اور وقتی طور پر روزہ رکھنے کی قدرت نہیں رکھتے۔

ب۔**[وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ]** یہ وہ لوگ ہیں جو دائمی طور پر روزہ رکھنے سے بے بس ہوتے ہیں۔

اور[**يُطِيقُونَهُ**] کے دو معنی ہیں: ایک وہ جو روزہ رکھنے کی وسعت رکھتے ہیں، دوسرا وہ جو نہایت کوشش اور طاقت صرف کر کے روزہ رکھ سکتے ہیں۔

اگر پہلے معنی کیے جائیں تو آیت کا مطلب کچھ اس طرح بنتا ہے: مسلمانوں سے خطاب ہے کہ وہ ماہِ رمضان کے روزے رکھیں، لیکن اگر کوئی بیمار ہو یا مسافر تو ان کے لیے روزہ رکھنے اور افطار دونوں کی رخصت دی گئی ہے اور نہ رکھنے پر دوسرے دنوں میں قضا کرلیں۔ اور جو لوگ روزہ رکھ سکتے ہیں تو پھر بھی ان کو افطار کرنے کی اجازت ہے اور افطار کیے گئے ہر دن کے بدلے فدیہ دیں۔ یہ ظاہر ہے کہ اگر یہ معنی لیے جائیں تو خطاب کی درستگی برقرار نہیں رہتی، کیونکہ شروع میں روزہ رکھنے کا حکم دیا گیا جبکہ اس آیت میں افطار اور فدیہ دینے کا اختیار دیا گیا اور یہ ہے بھی اُس شخص کے لیے جو روزہ رکھ سکتا ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسا خطاب درست خطاب نہیں قرار پاتا۔ یہ خرابی اس وقت لازم آتی ہے اگر ہم [**يُطِيقُونَهُ**] کے معنی یہ لیں کہ وہ روزے کی وسعت رکھتے ہیں یعنی استطاعت رکھتے ہیں، وسعت سے استطاعت کا معنی اس لیے لیا گیا کیونکہ ان دونوں کے معنی ایک ہی ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: **[لاَ يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلاَّ وُسْعَهَا]**" اللہ تعالیٰ کسی بھی شخص کو اس کی وسعت سے زیادہ ذمہ داری نہیں سونپتا۔"(البقرۃ:286)۔ حدیث میں بھی اسی معنی میں آیا ہے آپ ﷺ فرماتے ہیں: ((**ما أمرتكم بأمر فأتوا منه ما استطعتم**)) " جب میں کسی چیز کا حکم دوں تو وسعت بھر اُسے کر لیا کرو"(بخاری، مسلم)۔

[**يُطِيقُونَهُ**]کے دوسرے معنی کے اعتبار سے آیت کا مطلب یوں بنتا ہے: وہ لوگ جو انتہائی کوشش اور طاقت لگا کر روزہ رکھتے ہیں اور قریب بہ ہلاکت ہو جاتے ہیں۔ یہ معنی کر کے خطاب درست ہو جاتا ہے کیونکہ اب معنی یہ ہوئے کہ: اے مسلمانو! رمضان

کے روزے رکھو، بشر طیکہ وسعت وطاقت رکھتے ہو۔ اگر تم بیمار ہو یا سفر پر ہو تو دوسرے دِنوں میں قضا کرلو، اور اگر روزہ رکھنے کی طاقت نہ ہو، سوائے یہ کہ اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال دو، تواس صورت میں روزہ افطار کرکے اس کے بدلے فدیہ دیدو - جیسے نہایت بوڑھا مسلمان جس کو شیخ کبیر اور شیخ فانی کہتے ہیں یا بوڑھی عورت یا ایسا بیمار جس کی تندرستی کی کوئی امید نہ رہی ہو۔

اس طرح خطاب صحیح ہوجاتا ہے: چنانچہ روزے کا حکم صاحب استطاعت کے لیے اور افطار کی رُخصت اور قضا مسافر اور مریض کے لیے ہے۔ جبکہ سن رسیدہ نہایت بوڑھے مسلمان اور علاج سے مایوس مریضوں کے لیے افطار اور فدیہ کا حکم ہے۔

اس بنا پر جو حضرات یہ کہتے ہیں کہ یہ حکم اسلام کے ابتدائی ایام میں تھا، شروع میں قدرت رکھنے والوں کو اختیار دیا گیا تھا، خواہ روزہ رکھے خواہ افطار کرکے اس کا فدیہ ادا کرے، پھر یہ حکم آنے والی آیت [**فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمْ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ**]سے منسوخ کیا گیا، یہ قول مرجوح ہے اور جن روایات سے انہوں نے استدلال کیا ہے وہ بھی سب مرجوح ہیں، کیونکہ نسخ کے قول پر تب ہی اعتبار کیا جاسکتا ہے جب نسخ کی شرائط پوری ہوں۔ ان شرائط میں سے یہ بھی ہے کہ دونوں نصوں کو جمع کرنا ناممکن ہو، یہاں ایسا نہیں، دونوں کو جمع کیا جاسکتا ہے۔ اس لیے راجح وہ ہے جو ہم کہتے ہیں کہ فرض روزہ منسوخ نہیں کیا گیا اور یہ بدستور ایک محکم نص ہے، اس کی رو سے مقیم اور طاقت رکھنے والے مسلمانوں پر روزہ فرض کیا گیا اور مریض یا مسافر لوگوں کے لیے افطار مع القضاء کی رُخصت دی گئی جبکہ شیخ کبیر (شیخ فانی) اور شفایابی سے مایوس مریضوں کے لیے افطار اور فدیہ کا حکم ہے۔ اسی پر آیت کریمہ کی دلالت واضح ہے۔

بخاری اور ابوداؤد وغیرہ نے ابن عباسؓ سے یہی نقل کیا ہے کہ یہ آیت منسوخ نہیں۔ **قال ابن عباس ليست منسوخة هو الشيخ الكبير والمرأة الكبيرة لا يستطيعان أن يصوما فيطعمان مكان كلّ يوم مسكينا۔** ابن عباسؓ فرماتے ہیں: یہ آیت منسوخ نہیں، یہ شیخ کبیر اور بوڑھی عورت کے بارے میں ہے جو روزہ رکھنے سے قاصر ہوں، چنانچہ وہ افطار کریں اور ہر دن کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلائیں۔

7۔ [**وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ**] کے بعد [**فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَهُ**] فرمانا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ جو شخص ہر دن کے بدلے مطلوبہ مقدار سے زیادہ فدیہ دے تو یہ اس کے لیے بہتر اور اللہ سبحانہ کی قربت کا ذریعہ ہے۔

ہر افطار کے بدلے فدیہ کی مقدار کتنی ہے؟ تو یہ اتنا ہو کہ ایک مسکین آدمی کے کھانے کے لیے کافی ہو کیونکہ [**طَعَامُ مِسْكِينٍ**] فديةٌ سے بدل(Equivalent Appositive) کے طور پر لایا گیا ہے، چنانچہ فدیہ مسکین کو ہر ایک افطار کے بدلے کھانا کھلانے کا ہی نام ہے، اس کا اندازہ روزانہ کے معمول کے کھانے کی مقدار سے لگایا جائے گا۔

8۔ [**وَأَنْ تَصُومُوا خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنتُمْ تَعْلَمُونَ**] " اور اگر تم کو سمجھ ہو تو روزے رکھنے میں تمہارے لیے زیادہ بہتری ہے۔" اس کا مطلب ہے کہ جن کو افطار (توڑنے) کی اجازت دی گئی ہے جیسے مسافر اور مریض اور جسے افطار اور روزہ رکھنے کا اختیار دیا گیا ہے، ان سب کے لیے روزہ رکھنا بہتر ہے، بشر طیکہ سفر اور بیماری ایسی ہو کہ اس میں روزہ رکھنے میں مشقت نہ ہو اور مشقت اٹھائے بغیر اس کو مکمل کر سکتا ہو۔ اگر بیماری یا سفر ایسا ہو کہ جس میں روزہ رکھنا مہلک ثابت ہو سکتا ہے تو اس صورت میں افطار (توڑنا) افضل ہے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے((**أن رسول الله□ رأى رجلاً قد ظلل عليه فقال: ما هذا؟ قالوا: صائم. قال: ليس من البر الصِيام في السفر**)) **وفي رواية ((ليس من البر الصيام في السفر، عليكم برخصة الله عز وجل فاقبلوها))**" آنحضرت ﷺ نے ایک آدمی کو دیکھا کہ اس پر سایہ کیا گیا تھا، آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: کیا بات ہے؟ لوگوں نے بتایا: روزہ دار ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: دورانِ سفر روزہ رکھنا نیکی کا کام نہیں" (البخاري: 1810، مسلم: 1879، الترمذي: 644، النسائي: 2223)۔" ایک روایت میں ہے" سفر میں روزہ نیکی نہیں، تم لوگ اللہ عزوجل کی رخصتوں کو قبول کرو جو اس نے تم لوگوں کو عطا فرمائی ہیں۔" اس کو نسائیؒ نے روایت کیا ہے۔ ایسے مقام اور حالات میں رخصت قبول کرنے کی نصیحت کا مطلب یہ ہے کہ ایسے وقت میں افطار ہی افضل ہے۔

9۔اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے رمضان المبارک کی خصوصیت یہ بتائی ہے کہ اس میں نزول قرآن کی ابتدا ہوئی۔ فرمایا[**شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ**] اور [**إِنَّا أَنزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ**] (القدر:1) [**إِنَّا أَنزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةٍ مُبَارَكَةٍ**] (الدخان:3)۔ یہ تمام آیات اس پر دلالت کرتی ہیں کہ رمضان کی ایک رات میں رسول اللہ ﷺ کی طرف قرآن کا نزول شروع ہوا، وہ برکت والی رات لیلۃُالقدر کی تھی۔ پھر اللہ سبحانہ نے وقفے وقفے سے اس کا نزول کر کے تکمیل فرمایا، اس میں کیا حکمت تھی؟ اس کو اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے[**وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْلاَ نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْآنُ جُمْلَةً وَاحِدَةً كَذَلِكَ لِنُثَبِّتَ بِهِ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنَاهُ تَرْتِيلاً**]" اور یہ کافر لوگ کہتے ہیں کہ ان پر سارا قرآن ایک ہی دفعہ میں کیوں نازل نہیں کیا گیا؟"(اے پیغمبر!) ہم نے ایسا اس لیے کیا ہے تاکہ اس کے ذریعے آپ کا تمہارا دل مضبوط رکھیں، اور ہم نے اسے ٹھہر ٹھہر کر پڑھوایا ہے"(الفرقان:32)۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ قرآن عظیم:

ا ۔ [**هُدًى لِلنَّاسِ**]" لوگوں کے لیے ہدایت ہے۔"یہ(عربی گرائمر کے لحاظ سے)حال اور منصوب ہے،اس کا مطلب ہے: قرآن حق اور سیدھے راستے کی طرف ان کی رہنمائی کرتا ہے۔

ب۔ [**وَبَيِّنَاتٍ مِنَ الْهُدَى**] "یہ پچھلے حال پر معطوف ہے تو یہ بھی حال اور منصوب ہے۔اس کے معنی ہیں : قرآن اس بات پر قطعی ویقینی اور معجزاتی دلائل پیش کرتا ہے کہ یہ قرآن اللہ کی نازل کردہ ہدایات میں سے ہے۔

ج۔ [**وَالْفُرْقَانِ**] " یعنی ایسے دلائل جو حق وباطل ، خیر و شر اور اعمال صالحہ اور اعمال سیئہ کے درمیان فرق کو واضح کرتے ہیں۔

10۔پہلی اور دوسری آیت میں اللہ سبحانہ نے فرمایا:[**كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ**] **(البقرة: 183)** **اور** [**أَيَّامًا مَعْدُودَاتٍ**] اس سے جو بات ثابت ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ تم پر روزے اسی طرح فرض کیے گئے ہیں جیسے گزشتہ امتوں پر فرض کیے گئے تھے،یعنی تعداد کے اختلاف کے ساتھ روزہ ان کے لیے بھی فرض تھا اور تم پر بھی، اس لیے فرمایا[**أَيَّامًا مَعْدُودَاتٍ**] "چند دن"پس دن متعین نہیں کیے، کیونکہ اس آیت سے مقصود فقط روزے کی فرضیت کی تاکید ہے کہ یہ گذشتہ امتوں پر بھی فرض کیا گیا تھا، روزوں کی تعداد کا بیان مقصود نہیں۔

اس کے بعد والی آیت [**شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ**] میں یہ تعین کیا گیا کہ امت مسلمہ کس مہینے میں روزے رکھے گی، چنانچہ بتایا کہ وہ ماہِ رمضان ہے جس میں قرآن کا نزول ہوا اور روزہ جیسے عظیم عمل کے لیے بھی اسی مہینے کا انتخاب کیا گیا۔

آیت کے آغاز میں اللہ تعالیٰ نے ماہ رمضان میں روزے کا حکم ذکر کیا اس کے بعد دوبارہ ماہ رمضان کا ذکر کیا اور اسی کی مناسبت سے اس مہینے کے احکام مکرر ذکر فرماتے ہیں۔ [**فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ وَمَنْ كَانَ مَرِيضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ**]" لہٰذا تم میں سے جو شخص بھی یہ مہینہ پائے، وہ اس میں ضرور روزہ رکھے۔اور اگر کوئی شخص بیمار ہو یا سفر پر ہو تو ہو دوسرے دنوں میں اتنی ہی تعداد پوری کرلے۔"اس میں مقیم یعنی اپنے گھر پر موجود لوگوں کے لیے روزوں کا تاکیدی حکم دیا گیا، نیز مسافر اور مریض کے لیے رخصت دی گئی ہے،یہ احکام حکمت والی اور خبیر ذات کی طرف سے پے در پے دیے گئے ہیں۔

11۔ [**يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلاَ يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَى مَا هَدَاكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ**]" اللہ تمہارے ساتھ آسانی کا معاملہ کرنا چاہتا ہے اور تمہارے لیے مشکل پیدا کرنا نہیں چاہتا، تاکہ (تم روزوں کی) گنتی پوری کرلو، اور اللہ نے تمہیں جو راہ دکھائی اس پر اللہ کی تکبیر کہو، اور تاکہ تم شکر گزار بنو۔

اللہ تعالیٰ ان احکامات کی حکمت بیان فرماتے ہیں کہ روزے کی فرضیت میں وہ کریم ذات تمہارے لیے آسانی اور سہولت چاہتی ہے ، تنگی مقصود نہیں۔ تنگی سے مراد مشقت اور ہلاکت ہے۔ یقیناً یہ احکامات ایسے ہیں کہ ان کی روشنی میں ہم بسہولت روزے پورے کر سکتے ہیں: اگر ہم وقتی طور پر روزہ رکھنے سے قاصر ہوں تو ہمیں دوسرے دنوں میں قضا کرنے کا موقع دیا گیا ہے، زندگی بھر روزہ رکھنے کی طاقت نہ رہے تو ہم فدیہ دے سکتے ہیں، تاہم اگر روزے رکھنے کی صلاحیت و طاقت موجود ہے تو پھر ماہ رمضان کے

روزے رکھیں گے، یوں روزوں کی تعداد مکمل کر سکتے ہیں، اس لیے یہ ضروری ہے کہ اس کی تکمیل کے بعد اللہ کی بڑائی بیان کریں یعنی عید کے دن۔ اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ اس نعمت عظمیٰ پر اس کا شکر بھی ادا کریں کہ اس نے ہمیں اس عظیم فریضہ کی ادائیگی کی توفیق بخشی۔

[وَلِتُكْمِلُوا]، [وَلِتُكَبِّرُوا]، [وَلَعَلَّكُمْ] میں حرفِ تعلیل (لام) کا استعمال روزے کے اندر اس سہولت کی حکمت بیان کرنے کے واسطے ہے، وہ حکمت یہ کہ تم روزوں کی گنتی پوری کر سکو اور چونکہ تمہیں یہ ہدایت اللہ تعالیٰ نے دی کہ روزے کے فریضہ پر عمل کے لیے کمربستہ ہوئے، لہٰذا اس پر ہم اللہ کی بڑائی بیان کریں اور شکر کریں۔

ہم نے یہ کہا کہ سابقہ آیات کے ذیل میں جو بیان کیا وہ حکمت ہے، نہ کہ علت، اس کی وجہ یہ ہے کہ روزے سے مرتب ہونے والے جن اثرات یعنی [وَلِتُكْمِلُوا] ، [وَلِتُكَبِّرُوا]، [وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ]**تاکہ (تم روزوں کی) گنتی پوری کرلو، اور اللہ کی تکبیر کہو، اور تاکہ تم شکر گزار بنو'** کا اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے یہ سب فی الجملہ حاصل ہوتے ہیں، یعنی کچھ مسلمانوں کو یہ صفات حاصل ہوتی ہیں، جب کہ کچھ افراد میں یہ ناپید ہوتی ہیں، اصطلاح میں اسی کو حکمت کہتے ہیں، یوں شارع کا مقصود فی الجملہ (Generally) حاصل ہوتا ہے، مثلاً [وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلاَّ لِيَعْبُدُونِ]"میں نے انسانوں اور جنات کو صرف اپنی عبادت کے واسطے پیدا کیا"(الذاریات:56)۔ ہم کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کی عبادت مخلوق پیدا کرنے کی حکمت ہے نہ کہ علت، کیونکہ کچھ مخلوق عبادت کرتی ہیں، کچھ نہیں کرتی۔

جہاں تک علت کا تعلق ہے تو یہ وہ ہوتی ہے جس کی موجودگی یا غیر موجودگی کے ساتھ معلول (حکم) گھومتا رہتا ہے۔ یعنی علت و معلول ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزوم ہے، کیونکہ علت کا معنی ہی یہ ہے کہ جس کی وجہ سے حکم جاری کیا گیا یعنی یہ تشریع (قانون سازی) کرنے کا باعث ہوتی ہے۔ مثلاً[لِئَلاَّ يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَى اللَّهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ] "رسول بھیجنے کا باعث یہ ہے کہ لوگ اللہ کے حضور اپنی نافرمانی کے لیے یہ کہہ کر حجت نہ بنا سکیں کہ: آپ ہم سے کیا چاہتے تھے ہمیں تو کچھ معلوم نہیں تھا، کیونکہ آپ نے ہماری طرف رسول نہیں بھیجے تھے"(النساء:165)۔

اس لیے وہاں آیت[لِئَلاَّ يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَى اللَّهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ] (النساء:165) بعثتِ انبیاء ورُسُل کی علت بتا رہی ہے، کہ اب جبکہ رسول بھیجے جاچکے لوگوں کے پاس کسی بھی صورت میں کوئی حجت باقی نہیں رہی۔

اسی طرح آپ ﷺ کا یہ فرمان((القاتل لا يرث)) "قاتل کے لیے وراثت نہیں"(الترمذي: 2035، ابن ماجه: 2635، 2725، الدارمي: 2954)، یہ دلالت کرتا ہے کہ میراث محروم کیے جانے کا باعث قتلِ عمد ہے، لہذا کوئی وارث اپنے مورث کو قتل کردے تو یہ قاتل میراث نہیں پائے گا، اس لیے جہاں بھی وارث کی طرف سے قتل عمد کا ارتکاب کیا جائے گا، تو قاتل کو میراث دینا کسی طور درست نہیں ہوگا، کیونکہ جہاں علت موجود ہوتی ہے وہاں معلول یعنی حکم بھی موجود ہوتا ہے اور جہاں علت موجود نہ پائی جائے تو معلول یعنی حکم بھی نہیں پایا جائے گا۔

اور آیت[إِنَّ الصَّلاَةَ تَنْهَى عَنْ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ] "بے شک نماز برے اور بے حیائی کے کاموں سے روکتی ہے"(العنکبوت:45)میں حکمت بیان ہوئی ہے، یعنی نماز پڑھنے میں یہ حکمت ہے کہ یہ بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے، یہ نماز کی علت نہیں، کیونکہ کبھی کبھار نمازی شخص سے بھی برا کام سرزد ہو جاتا ہے، اس لیے اصطلاح میں اس کو حکمت کہتے ہیں، جو بعض افراد میں غیر موجود ہو سکتی ہے۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ: حکم کی حکمت ایسی ہوتی ہے کہ جو عام طور پر حکم کے نتیجے میں پائی جاتی ہے، لیکن بعض مواقع پر یہ حکم کے ساتھ نہیں پائی جاتی۔

جبکہ علت حکم سے کبھی بھی جدا نہیں ہوتی، یہ حکم کے ساتھ ہوتی ہے، یعنی علت موجود ہو تو حکم بھی موجود ہو گا اور علت نہ ہو تو حکم بھی لاگو نہیں ہوگا۔

یہی وجہ ہے کہ[وَلِتُكْمِلُوا] ، [وَلِتُكَبِّرُوا]، [وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ] یہ سب علم اصول الفقہ کے علما کی اصطلاح کے مطابق روزے کی حکمتیں ہیں علتیں نہیں۔

ختم شد

وہ شخص خوش قسمت ہے جو اس بات کو تسلیم کرتا ہے کہ رزق صرف اور صرف اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے

تحریر: مصعب عمیر، پاکستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ سمجھ اور فہم کہ رزق صرف اور صرف اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے، اسلامی عقیدے کے ستونوں میں سے ایک ستون ہے۔ اس فہم اور سمجھ کی وجہ سے ایک ایمان والے کے کردار میں بلندی آتی ہے اور اس کا دل و دماغ دولت جمع کرنے کی فکروں سے آزاد ہو جاتا ہے اور وہ اپنے وقت کا زیادہ حصہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی خوشنودی کے حصول پر صَرف کرتا ہے۔ یہ فہم کہ رزق صرف اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے دولت کی خواہش کے متعلق مسلمان کے تصور میں وسعت پیدا کرتا ہے، اسے غربت کے خوف سے نجات دلاتا اور مشکل وقت میں وہ غربت کا استقامت اور حوصلے سے سامنا کر پاتا ہے۔ یہ تصور رزق کے حصول کی کوشش میں اسے حوصلہ دیتا ہے اور وہ رزق کے حصول کی کوشش میں خود کو اس قدر مصروف نہیں کر لیتا کہ جس سے اس کی دوسری ذمہ داریاں ادا نہ ہو سکیں۔ یہ تصور اس میں قربانی کی خواہش کو جِلا بخشتا ہے یہاں تک کہ وہ دوسرے فرائض کی تکمیل کے لیے رزق کے حصول کی کوشش کو قربان کر دیتا ہے۔ یہ سب کچھ وہی شخص کر پاتا ہے جو حقیقی طور پر اور مکمل طور پر اس بات کو تسلیم کرتا ہے کہ رزق صرف اور صرف اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔

یہ طرز عمل اس شخص کے بالکل برخلاف ہوتا ہے جس کا رزق کے متعلق سمجھ اور فہم واضح اور شفاف نہ ہو یہاں تک کہ وہ یہ سمجھے کہ رزق بندے کے اپنے ہاتھ میں ہے یا دوسرے بندوں کے ہاتھ میں ہے۔ ان کے دماغ میں مسلسل یہ بات بٹھائی جاتی ہے کہ انہیں اپنے رزق کی کوشش میں اضافہ کرنا چاہیے تاکہ رزق میں اضافہ ہو اور اس بات پر وہ اس حد تک عمل کرتے ہیں کہ کسی اور کام یا فرض کی تکمیل کے لیے ان کے پاس وقت ہی نہیں رہتا۔ اور پھر رزق کے حصول کی کوشش میں اضافے کے لیے تو وقت نکل آتا ہے لیکن عبادت

یہ سمجھ اور فہم کہ رزق صرف اور صرف اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے، اسلامی عقیدے کے ستونوں میں سے ایک ستون ہے۔ اس فہم اور سمجھ کی وجہ سے ایک ایمان والے کے کردار میں بلندی آتی ہے اور اس کا دل و دماغ دولت جمع کرنے کی فکروں سے آزاد ہو جاتا ہے اور وہ اپنے وقت کا زیادہ حصہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی خوشنودی کے حصول پر صَرف کرتا ہے۔

اور اسلام کی دعوت کو پہنچانے کے لیے وقت نہیں نکلتا۔ ان کی تمام کوششوں کا محور یہ ہوتا ہے کہ رزق کی کوشش میں مسلسل اضافہ کیا جائے اور اس میں بہتری لائی جائے کیونکہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ صرف ایسا کرنے سے ہی ان کے رزق میں اضافہ ہو گا۔ ان کے دماغ میں ہر وقت یہی سوچ چلتی رہتی ہے کہ کس طرح رزق میں مزید اضافہ کیا جائے یہاں تک کہ دماغ کچھ اور سوچتا ہی نہیں ہے۔ جب انہیں دیگر فرائض کی ادائیگی کی یاد دہانی کرائی جاتی ہے تو وہ انہیں صرف اس حد تک ادا کرتے ہیں کہ جس سے ان کے رزق کے حصول کی کوشش میں کوئی کمی نہ آ جائے۔ جب انہیں نبوت کے طریقے پر خلافت کے قیام کی جدوجہد کرنے کی دعوت دی جاتی ہے تو وہ یہ کہتے ہوئے ہاتھ کھڑے کر دیتے ہیں کہ "ہمارا ایمان تو کمزور ہے"، یا بے دلی سے وعدہ کریں گے، ہمیشہ پیچھے رہیں گے تاکہ کفر پر غلبے کے لیے اسلام کے مکمل نفاذ کی کوشش میں اگلی صفوں میں نہیں بلکہ پچھلی سے پچھلی صف میں کھڑے رہیں۔

ہم سب کو اپنے دماغ میں یہ بات بیٹھا لینی چاہیے کہ رزق صرف اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ کتاب اللہ میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ میں یہ بات بالکل واضح طور پر بغیر کسی شک و شبہ کہی ہے کہ وہ سبحانہ و تعالیٰ ہی ہر مخلوق کے رزق کا تعین کرتا ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا، **لَا نَسْأَلُكَ رِزْقًا نَحْنُ نَرْزُقُكَ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوَى** " ہم تم سے روزی کے خواستگار نہیں۔ بلکہ تمہیں ہم روزی دیتے ہیں اور (نیک) انجام (اہل) تقویٰ کا ہے "(طٰہٰ:132)۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا، **وَكُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ حَلَالًا طَيِّبًا وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي أَنْتُمْ بِهِ مُؤْمِنُونَ** " اور جو حلال طیّب روزی اللہ نے تم کو دی ہے اسے کھاؤ اور اللہ سے جس پر ایمان رکھتے ہو ڈرتے رہو"(المائدہ:88)۔ اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا، **وَاللَّهُ يَرْزُقُ مَنْ يَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ** " اور جس کو چاہتا ہے اللہ بے شمار رزق دیتا ہے "(النور:38)۔ اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا، **إِنَّ اللَّهَ يَرْزُقُ مَنْ يَشَاءُ بِغَيْرِ**

حِسَابٍ "بیشک اللہ جسے چاہتا ہے بے شمار رزق دیتا ہے"(آل عمران:37)۔ اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا: **وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَل لَّهُ مَخْرَجًا، وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لاَ يَحْتَسِبُ** "اور جو کوئی اللہ سے ڈرے گا وہ اس کے لئے (رنج و محن سے) نجات (کی صورت) پیدا کرے گا۔ اور اس کو ایسی جگہ سے رزق دے گا جہاں سے وہم و گمان بھی نہ ہو "(الطلاق:3-2)۔ اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا، **وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الأَرْضِ إِلاَّ عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا كُلٌّ فِي كِتَابٍ مُبِينٍ** "اور زمین پر کوئی چلنے پھرنے والا نہیں مگر اس کا رزق اللہ کے ذمے ہے وہ جہاں رہتا ہے، اسے بھی جانتا ہے اور جہاں سونپا جاتا ہے اسے بھی۔ یہ سب کچھ کتابِ روشن میں (لکھا ہوا) ہے"(ہود:6)۔ ہمیں چاہیئے کہ ہم ان آیات پر مسلسل غور کریں، انہیں سمجھنے کی کوشش کریں اور ان کے مطابق اپنے رویے اور عمل کو بدلنے کی کوشش کریں۔ ان آیات کا مطلب صرف یہ نہیں ہے کہ صرف اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہی جانتے ہیں کہ فلاں فلاں شخص کو کتنا رزق ملے گا، اور یہ کہ رزق کا تعین کر کے اسے لکھ دیا گیا ہے بلکہ اس سے بھی بڑھ کر یہ مطلب ہے کہ صرف اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے ہی ہاتھ میں ہے کہ کسے کتنا رزق دینا ہے۔ یقیناً اللہ سبحانہ و تعالیٰ رازق ہے، وہ جسے چاہتا ہے دیتا ہے، اور وہ جس کے لیے چاہتا ہے اس کے رزق میں اضافہ یا کمی کر دیتا ہے۔ اس کے علاوہ کوئی رازق نہیں ہے۔ ہمیں رزق کو حاصل کرنے کی کوشش (سعی) کرنے کے اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے حکم کو سمجھنا چاہیے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا، **هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الأَرْضَ ذَلُولاً فَامْشُوا فِي مَنَاكِبِهَا وَكُلُوا مِنْ رِزْقِهِ** "وہی تو ہے جس نے تمہارے لئے زمین کو نرم کیا تو اس کی راہوں میں چلو پھرو اور اللہ کا (دیا ہو) رزق کھاؤ اور تم کو (قبروں سے) نکل کر اسی کے پاس جانا ہے"(الملک:15)۔ اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا، **فَإِذَا قُضِيَتْ الصَّلاَةُ فَانتَشِرُوا فِي الأَرْضِ وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللَّهِ** "پھر جب نماز ہو چکے تو اپنی اپنی راہ لو اور اللہ کا فضل تلاش کرو "(الجمعہ:10)۔ لہٰذا اللہ سبحانہ و تعالیٰ رازق ہے، صرف وہی ہے جو رزق دیتا ہے، اور کوئی رزق نہیں دیتا۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے حکم دیا کہ لوگ اس کی زمین پر پھیل جائیں اور اس کا دیا ہوا رزق تلاش کرنے کی کوشش کریں۔ لیکن اس کا مطلب قطعاً یہ نہیں ہے کہ رزق کا سبب محنت و کوشش ہے، اور یہی وہ بات ہے جس سے اس موضوع پر غلط فہمی پیدا ہوتی ہے۔ محنت و کوشش رزق کا سبب نہیں ہے بلکہ یہ ان صورتوں میں سے ایک صورت ہے جس کے ذریعے اللہ سبحانہ و تعالیٰ رزق فراہم کرتے ہیں۔ لہٰذا ہو سکتا ہے ایک کاروباری شخص منافع کے لیے بہت سخت محنت کرے لیکن اسے نقصان ہو جائے۔ ہو سکتا ہے کہ ایک صنعتکار ایک کارخانہ کھڑا کرنے کے لیے سخت محنت کرے لیکن اس کارخانے میں بننے والی اشیا مارکیٹ میں فروخت ہی نہ ہو سکیں اور اس طرح اسے منافع کی جگہ نقصان اٹھانا پڑے۔

> یہ بات ہمیں اپنے اذہان میں بٹھا لینی چاہیے کہ کامیاب شخص وہ نہیں ہے جو رزق کے حصول کے لیے دن رات ایک کر دیتا ہے اور دین کے دیگر احکام کو پس پشت ڈال دیتا ہے۔ کامیاب شخص وہ ہے جو اسلام کو اہمیت دیتا ہے اور اسی کے مطابق کوشش (سعی) کرتا ہے اور اس پر صبر و شکر کرتا ہے جو اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اسے عطا فرمایا۔ عمرو بن العاصؓ نے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے کہا، **قَدْ أَفْلَحَ مَنْ أَسْلَمَ وَرُزِقَ كَفَافًا وَقَنَّعَهُ اللَّهُ بِمَا آتَاهُ** "کامیاب وہ ہے جس نے اسلام قبول کیا، جسے اتنا دیا گیا جو اس کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے کافی ہو اور جو اللہ نے اسے دیا اس پر صابر و شاکر رہو "(مسلم)۔

دوسری جانب ایک وارث کو وراثت میں ملنے والے مال کے ذریعے اللہ سبحانہ و تعالیٰ رزق عطا فرما دیتا ہے۔ یا ایک شخص کو راہ چلتے کوئی مال (لُقطہ) مل جائے، یا کسی سے تحفے میں مال (ھبۃ) مل جائے، یا زکاۃ، یا صدقہ مل جائے۔ ان تمام صورتوں میں ایک شخص کو بغیر کسی کوشش (سعی) کے رزق میسر آجاتا ہے۔ اسی طرح عدالت ایک شخص کو کسی دوسرے کو نفقہ دینے کا حکم دیتی ہے جو اس کی ذمہ داری میں ہوتا ہے، اور اس طرح دوسرے شخص کو بغیر کسی کوشش (سعی) کے رزق میسر آجاتا ہے۔ اسی طرح کی صورتحال معذور اور کمزور لوگوں کے لیے بھی ہوتی ہے جن کی دیکھ بھال ریاست کرتی ہے یا جنہیں ریاست زمین مہیا کرتی ہے۔ یہ تمام لوگ بغیر کسی کوشش (سعی) کے رزق پاتے ہیں اور یہی چیز اس بات کا ثبوت ہے کہ رزق کا ملنا کوشش (سعی) سے مشروط نہیں ہے بلکہ یہ ان حالات میں سے ایک حالت ہے کہ جس میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ رزق عطا فرماتا ہے۔ لہٰذا ہمیں اپنے رزق کے حصول کی کوشش اور ذرائع کو اللہ سبحانہ و تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات کی روشنی میں منظم کرنا چاہیے۔

یہ بات ہمیں اپنے اذہان میں بٹھا لینی چاہیے کہ کامیاب شخص وہ نہیں ہے جو رزق کے حصول کے لیے دن رات ایک کر دیتا ہے اور دین کے دیگر احکام کو پس پشت

ڈال دیتا ہے۔ کامیاب شخص وہ ہے جو اسلام کو اہمیت دیتا ہے اور اسی کے مطابق کوشش (سعی) کرتا ہے اور اس پر صبر و شکر کرتا ہے جو اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اسے عطا فرمایا۔ عمرو بن العاصؓ نے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے کہا، **قَدْ أَفْلَحَ مَنْ أَسْلَمَ وَرُزِقَ كَفَافًا وَقَنَّعَهُ اللَّهُ بِمَا آتَاهُ** "کامیاب وہ ہے جس نے اسلام قبول کیا، جسے اتنا دیا گیا جو اس کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے کافی ہو اور جو اللہ نے اسے دیا اس پر صابر و شاکر ہو" (مسلم)۔

بجائے اس کے کہ رزق کی کوشش میں مسلسل پریشان رہا جائے یا رزق کی کوشش کے سلسلے میں جو مواقع کھو دیے ہیں ان پر افسوس کا اظہار کیا جائے، ہمیں یہ دعا کرنی چاہیے کہ جو کچھ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ہمیں عطا کیا ہے وہ ہماری ضروریات کے لیے کافی ہو جائے۔ ابو ہریرہؓ نے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، **اللَّهُمَّ اجْعَلْ رِزْقَ آلِ مُحَمَّدٍ قُوتًا** "اے اللہ! آل محمد کا رزق موافقِ ضرورت رکھنا" (ترمذی)۔ ابو ہریرہؓ نے روایت کی کہ ایک آدمی نے کہا، "اے اللہ کے رسول ﷺ، میں نے پچھلی رات آپ ﷺ کی دعا سنی تھی، اور اس کا ایک حصہ جو میں نے سنا وہ یہ تھا کہ آپ ﷺ نے فرمایا، **اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي ذَنْبِي وَوَسِّعْ لِي فِي رِزْقِي وَبَارِكْ لِي فِيمَا رَزَقْتَنِي** " اے اللہ! میرے گناہ بخش دے اور میرے رزق میں کشادگی دے، اور تو جو رزق بھی مجھے عطا فرمائے اس میں برکت دے"۔ آپ ﷺ نے فرمایا، **فَهَلْ تَرَاهُنَّ تَرَكْنَ شَيْئًا** "کیا ان (دعائیہ کلمات) نے کچھ چھوڑا؟" (ترمذی)۔

بجائے یہ کہ ہم دوسری ذمہ داریوں کی قیمت پر رزق کے حصول کی کوشش کریں، ہمیں اس کوشش میں میانہ روی اختیار کرنی چاہیے تاکہ ہم تمام ذمہ داریوں کو اتنا وقت دے سکیں جس کا وہ حق رکھتی ہیں۔ جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، **أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا اللَّهَ وَأَجْمِلُوا فِي الطَّلَبِ فَإِنَّ نَفْسًا لَنْ تَمُوتَ حَتَّى تَسْتَوْفِيَ رِزْقَهَا وَإِنْ أَبْطَأَ عَنْهَا فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَجْمِلُوا فِي الطَّلَبِ خُذُوا مَا حَلَّ وَدَعُوا مَا حَرُمَ** "لوگو! اللہ سے ڈرو، اور دنیا طلبی میں اعتدال کا راستہ اختیار کرو، اس لیے کہ کوئی اس وقت تک نہیں مرے گا جب تک اپنی تمام تر روزی پوری نہ کر لے، گو اس میں تاخیر ہو، لہٰذا اللہ سے ڈرو، اور روزی کی طلب

بجائے یہ کہ ہم دوسری ذمہ داریوں کی قیمت پر رزق کے حصول کی کوشش کریں، ہمیں اس کوشش میں میانہ روی اختیار کرنی چاہیے تاکہ ہم تمام ذمہ داریوں کو اتنا وقت دے سکیں جس کا وہ حق رکھتی ہیں۔ جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، "لوگو! اللہ سے ڈرو، اور دنیا طلبی میں اعتدال کا راستہ اختیار کرو، اس لیے کہ کوئی اس وقت تک نہیں مرے گا جب تک اپنی تمام تر روزی پوری نہ کر لے، گو اس میں تاخیر ہو، لہٰذا اللہ سے ڈرو، اور روزی کی طلب میں اعتدال کا راستہ اختیار کرو، صرف وہی لو جو حلال ہو، اور جو حرام ہو اسے چھوڑ دو" (ابن ماجہ)۔

میں اعتدال کا راستہ اختیار کرو، صرف وہی لو جو حلال ہو، اور جو حرام ہو اسے چھوڑ دو" (ابن ماجہ)۔

بجائے اس کے کہ ہم اس شخص کی قسمت پر رشک کریں جسے اللہ نے بے حساب دیا ہے، جس پر اللہ اس سے تفصیلی حساب بھی لے گا، ہمیں اس شخص کی پیروی کرنی چاہیے کہ جسے جتنا کچھ بھی دیا گیا وہ اس پر راضی اور مطمئن ہے۔ ابو امامہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، **إِنَّ أَغْبَطَ النَّاسِ عِنْدِي مُؤْمِنٌ خَفِيفُ الْحَاذِ ذُو حَظٍّ مِنْ صَلَاةٍ غَامِضٌ فِي النَّاسِ لَا يُؤْبَهُ لَهُ كَانَ رِزْقُهُ كَفَافًا وَصَبَرَ عَلَيْهِ عَجِلَتْ مَنِيَّتُهُ وَقَلَّ تُرَاثُهُ وَقَلَّتْ بَوَاكِيهِ** " لوگوں میں سب سے زیادہ قابل رشک میرے نزدیک وہ مومن ہے، جو مال و دولت آل و اولاد سے ہلکا پھلکا ہو، جس کو نماز میں راحت ملتی ہو، لوگوں میں گم نام ہو، اور لوگ اس کی پرواہ نہ کرتے ہوں، اس کا رزق بس گزر بسر کے لیے کافی ہو، وہ اس پر صبر کرے، اس کی موت جلدی آ جائے، اس کی میراث کم ہو، اور اس پر رونے والے کم ہوں" (ابن ماجہ)۔

ہمیں رزق کی پریشانی کو اپنے اذہان پر حاوی نہیں کرنا اور نہ ہی اس کے کم ہونے پر دل میں کوئی ملال لانا ہے کیونکہ ہم یہ جانتے ہیں ہمارا رزق صرف اور صرف اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ ایک روایت کے مطابق خالد کی دو بیٹیوں حبہؓ اور سواءؓ نے کہا: "ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچے جب وہ کچھ کر رہے تھے تو ہم نے اس کام کی انجام دہی میں ان کی مدد کی۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا، **لَا تَيْأَسَا مِنَ الرِّزْقِ مَا تَهَزَّزَتْ رُءُوسُكُمَا فَإِنَّ الْإِنْسَانَ تَلِدُهُ أُمُّهُ أَحْمَرَ لَيْسَ عَلَيْهِ قِشْرٌ ثُمَّ يَرْزُقُهُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ** "تم روزی کی طرف سے مایوس نہ ہونا جب تک تمہارے سر ہلتے رہیں، بیشک انسان کی ماں اس کو لال جنتی ہے، اس پر کھال نہیں ہوتی پھر اللہ تعالیٰ اس کو رزق دیتا ہے" (ابن ماجہ)۔ اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، **لَوْ أَنَّكُمْ تَوَكَّلْتُمْ عَلَى اللَّهِ حَقَّ تَوَكُّلِهِ لَرَزَقَكُمْ كَمَا يَرْزُقُ الطَّيْرَ تَغْدُو خِمَاصًا وَتَرُوحُ بِطَانًا** "اگر تم اللہ تعالیٰ پر ایسے ہی توکل (بھروسہ) کرو جیسا کہ اس پر توکل (بھروسہ) کرنے کا حق ہے، تو وہ تم کو ایسے رزق دے گا جیسے پرندوں کو دیتا ہے، وہ صبح میں خالی پیٹ نکلتے ہیں اور شام کو پیٹ بھر کر لوٹتے ہیں" (ابن ماجہ)۔

ختم شد

پاکستان میں اسلامی تعلیم: ماضی اور حال

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پاکستان میں 'اسلامی اسکول' کی اصطلاح مختلف لوگوں کے لیے مختلف معنی رکھتی ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ اس بنیادی سوال کے جواب پر ہی اتفاق نہیں پایا جاتا کہ کتنا اسلام پڑھایا جائے۔اگر آپ کا کبھی کسی مدرسے یا اسلامی اسکول سے تعلق رہا ہوں تو ممکن ہے کہ آپ کے نام کے ساتھ انتہاء پسند یا شدت پسند کا لفظ چسپاں کردیا جائے۔اصل میں ہمیں یہ دیکھنے کی ضرورت ہے کہ کیا مدرسوں کی ہمیشہ سے یہی ساکھ رہی ہے، یا وہ حقیقت میں علم اور مطالعے کی معزز جگہ سمجھے جاتے تھے۔برصغیر پاک وہند کی تاریخ ایسی ذی علم شخصیات اور علاقوں سے بھری ہوئی ہے جو لوگوں کی علم کی پیاس بجھانے کے لئے بہت مددگار تھیں۔برصغیر میں اسلام کی پہلی بڑی توسیع بنوامیہ کے دور میں ہوئی جو علم و دانش کے میدان میں ترقی کے لیے مشہور تھے۔برصغیر میں اسلام کے باقاعدہ داخلے کے بعد سلطان غزنوی سے لے کر مغلوں تک مسلم حکمرانوں نے حکومت کی ، جن کو جنگجو، فاتحین اور بادشاہوں کی حیثیت سے پیش کیا جاتا ہے اور ان کی طرف سے لوگوں کو تعلیم مہیا کرنے کی بے پناہ کوششوں کو مکمل طور پر نظرانداز کردیا جاتا ہے۔محمود غزنوی جو کہ خلیفہ کا والی تھا اور تعلیم کا بہت بڑا پشت پناہ تھا،اس کے دور حکومت میں لاہور تعلیم وثقافت کا عظیم مرکز بن گیا۔اور لاہور "چھوٹا غزنی" کہلانے لگا۔دہلی سلطنت کے دور میں مدرسوں کے نظام نے نمایاں ترقی حاصل کی جس نے پھر مغلیہ دور میں مزید ترقی پائی۔اس بات کو نظرانداز نہیں کیا جانا چاہیے کہ قرون وسطی کے ہندوستان میں تعلیم کی سہولت کم از کم تین ذرائع سے میسر تھی۔ سرکاری ادارے (مکتب اور مدارس کی شکل میں)، غیر رسمی ادارے (تعلیم کے نجی اداروں کی شکل میں) اور ذاتی استاد اور اتالیق (جو کہ معلم یا مؤدب کے نام سے جانے جاتے)۔

ایک تہذیب کے اعلیٰ ہونے کی ایک پہچان یہ ہے کہ اس نے اپنے دور میں علم کے اعتبار سے کیا کچھ پیدا کیا اور اس کی آبادی کتنی تعلیم یافتہ تھی۔ولیم ڈیل رمپل اپنی کتاب "دی لاسٹ مغلز"(2006) میں لکھتا ہے

> ولیم ڈیل رمپل اپنی کتاب "دی لاسٹ مغلز"(2006) میں لکھتا ہے کہ دہلی علم ودانش کا مشہور مرکز تھا اور تقریباً 1850ء تک وہ تہذیب وتمدن کی چوٹی پر رہا۔اس وقت وہاں چھ بہت مشہور مدارس اور کم از کم چار دوسرے چھوٹے مدرسے موجود تھے، نو اخبارات اردو اور فارسی کے اور پانچ علمی رسالے، جو کہ دہلی کالج سے شائع ہوتے تھے، ان گنت پرنٹنگ پریس اور ناشرین اور کم از کم ایک سو تیس یونانی طبیب وہاں موجود تھے

کہ دہلی علم ودانش کا مشہور مرکز تھا اور تقریباً 1850ء تک وہ تہذیب وتمدن کی چوٹی پر رہا۔اس وقت وہاں چھ بہت مشہور مدارس اور کم از کم چار دوسرے چھوٹے مدرسے موجود تھے، نو اخبارات اردو اور فارسی کے اور پانچ علمی رسالے، جو کہ دہلی کالج سے شائع ہوتے تھے، ان گنت پرنٹنگ پریس اور ناشرین اور کم از کم ایک سو تیس یونانی طبیب وہاں موجود تھے۔اس نے بیان کیا ہے کہ کرنل ولیم سلیمَن William Sleeman اس بات کا اقرار کرتا ہے کہ دہلی کے تعلیمی مدارس میں دی جانے والی تعلیم غیر معمولی تھی۔ سلیمَن خود مغلیہ دارالحکومت دہلی کے اپنے دورے کے بارے میں لکھتا ہے کہ، "شاید ہی دنیا میں انڈیا کے محمدیوں کی طرح کوئی اور دوسری قوم ہو جس کے اندر علم اس طرح سرائیت کر گیا ہو۔دفتر میں کام کر کے 20 روپے ماہانہ کمانے والا شخص بھی عام طور پر اپنے بیٹوں کو وزیر اعظم کے مقابلے کی تعلیم دیتا ہے۔وہ عربی اور فارسی زبانوں میں وہ علم حاصل کرتے ہیں جو ہمارے کالج کے نوجوان یونانی اور لاطینی زبان میں سیکھتے ہیں۔یعنی صرف ونحو، خطابت اور منطق"۔

یہ اسلام کے دور حکومت میں برصغیر میں تعلیم کی تاریخ کی ایک چھوٹی سی جھلک ہے۔سب سے اہم بات یہ ہے کہ لوگ تعلیمی مدارس یا تعلیمی مراکز اس لیے نہیں جاتے تھے کہ نماز پڑھانے کے قابل امام بن جائیں، بلکہ ان اداروں سے حاصل ہونے والی ڈگری حکومتی اداروں میں نوکری حاصل کرنے کے لئے کافی ہوتی تھی۔

آج ہم پاکستان میں دیکھتے ہیں کہ تین طریقوں پر اسلامی تعلیم دی جاتی ہے: ا)عام سکول ب) اسلامی اسکول ج)دینی مدارس

ان میں سے کوئی بھی اس طرح استوار نہیں کیا گیا کہ بچے کو اس طریقے پر پروان چڑھایا جائے کہ وہ اپنی زندگی اس طرح گزارنے کے قابل بن جائے جس کا وہ حقدار ہے۔

عام اسکول: حقیقت میں یہ وہ ادارے ہیں جو برطانیہ نے سرکاری یا رسمی تعلیم کے نام پر بنائے تھے۔اسلامی تصورات پڑھائے جانے کی وجہ سے وہ مدرسوں کو اپنی حکومت کے لئے خطرہ محسوس کرتے تھے۔مضحکہ خیز

بات یہ ہے کہ آج کی حکومت بھی یہی سوچ رکھتی ہے۔ یہ اسکول دین کو دنیا کی زندگی سے الگ رکھتے ہیں اور دین کو محض ایک مضمون کے طور پر پڑھایا جاتا ہے اور اس کو دنیا کے تمام معاملات سے علیحدہ رکھا جاتا ہے، جس کی وجہ سے ایک طرف بچے سائنس میں ڈارون کی ارتقاء کی تھیوری پڑھتے ہیں اور دوسری طرف اسلامیات، جس میں اللہ کو انسانوں کے خالق و مالک کی حیثیت سے پڑھایا جاتا ہے، جہاں دین کو بندے اور قادرِ مطلق کے درمیان ایک ذاتی معاملے کی حیثیت سے دیکھا جاتا ہے۔اسلامیات کی تمام کتابوں میں رسول ﷺ کی زندگی کے ایسے واقعات شامل کیے جاتے ہیں جو امن اور صبر کا درس دیتے ہیں، اس بات کو واضح کئے بغیر کے امن و سلامتی اور صبر اللہ کے حکم کی بجا آوری کے لئے تھا اور جب طاقت و قوت کے استعمال کی ضرورت پڑی تو فوری اور بھرپور اقدام کیا گیا۔ یہ اسکول اسلام کی بنیادی تعلیمات دینے سے بھی قاصر ہیں۔اس کے نتیجے میں الجھن کا شکار اور کھوکھلی شخصیات پیدا ہوتی ہیں جو اپنے دین سے شرمندہ ہیں، اس کو پسماندہ سمجھتی ہیں، وہ اسے ایسا دین سمجھتی ہیں جو کہ موجودہ دور کے مسائل کا حل دینے کے قابل بھی نہیں اور نہ ہی آج کے دور سے مطابقت رکھتا ہے۔

اسلامی سکول: یہ اسکول آج کے اسکولوں میں پڑھائی جانے والی دین سے دنیا کی علیحدگی (سیکولرازم) اور مدرسوں میں دی جانے والی غیر معیاری دنیاوی تعلیم کے نتیجے میں وجود میں آئے۔ وہ والدین جو اپنی اسلامی اقدار کو برقرار رکھنے کی کوشش کر رہے تھے اور اپنے بچوں کو مغربی ہونے سے بھی بچانا چاہتے تھے انہیں اسلامی اسکولوں میں کچھ وقتی امید نظر آئی۔ یہ اسکول چھوٹے بچوں میں اسلام کی محبت پیدا کرنے میں کردار ادا کر رہے ہیں مگر وہ اس محبت کو کوئی مقصد دینے سے قاصر ہوتے ہیں۔ یہاں بچوں کو اپنے دین، تاریخ اور مشہور شخصیات پر فخر محسوس کرنا تو سکھایا جاتا ہے مگر یہ نہیں سکھایا جاتا کہ وہ خود کس طرح آنے والی نسلوں کے لیے فخر کا باعث بن سکتے ہیں۔ یہ ماحول کو اسلامی بنانے اور رکھنے کی کوشش کرتے ہیں مثلا خمار اور جلباب کو فروغ دے کر، لیکن یہ بچے اس بات کو نہیں سمجھ پاتے کہ اگر یہ صحیح رویہ ہے تو معاشرے سے غائب کیوں ہے؟ یہ اس لیے ہے کہ تمام معاشرتی برائیوں کو ختم کرنے کا واحد ذریعہ ذاتی اصلاح کو سمجھا جاتا ہے۔ بچہ یہ سمجھنے سے قاصر رہتا ہے کے صحیح کام کرنے کے باوجود بھی وہ ایک آئیڈیل اسلامی معاشرے سے محروم کیوں ہے۔

اسلامی سکولوں میں بچوں کو اپنے دین، تاریخ اور مشہور شخصیات پر فخر محسوس کرنا تو سکھایا جاتا ہے مگر یہ نہیں سکھایا جاتا کہ وہ خود کس طرح آنے والی نسلوں کے لیے فخر کا باعث بن سکتے ہیں۔ یہ ماحول کو اسلامی بنانے اور رکھنے کی کوشش کرتے ہیں مثلا خمار اور جلباب کو فروغ دے کر، لیکن یہ بچے اس بات کو نہیں سمجھ پاتے کہ اگر یہ صحیح رویہ ہے تو معاشرے سے غائب کیوں ہے؟ یہ اس لیے ہے کہ تمام معاشرتی برائیوں کو ختم کرنے کا واحد ذریعہ ذاتی اصلاح کو سمجھا جاتا ہے۔

ان سکولوں میں بھی وطنیت کو فروغ دیا جاتا ہے اور ملک اور علاقے کی محبت پیدا کرنے کے لیے کوششیں کی جاتی ہیں۔ والدین کو بھی دی جانے والی تعلیم کے معیار پر سمجھوتہ کرنا پڑتا ہے، خاص کر ابتدائی تعلیم کے بعد۔ اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ سائنس، ریاضی اور انگریزی جیسے مضامین پڑھانے کے لئے ماہر استادوں کی ضرورت ہوتی ہے جو یہ اسکول مہیا نہیں کر پاتے۔ ان میں سے زیادہ تر سکول میٹرک یا او لیول تک ہوتے ہیں اور یہاں سے فارغ ہونے کے بعد والدین اور بچے بھٹکتے پھرتے ہیں کہ وہ اپنے اسلامی عقائد کو لے کر، اعلیٰ تعلیم کے لیے، اب کہاں جائیں۔ اس معاملے کا کلیدی نکتہ یہ ہے کہ پاکستان میں اسلامی اسکول کا انتخاب دراصل باقی برائیوں میں "چھوٹی برائی" کا انتخاب کرنا ہے۔

مدرسہ: ایک رپورٹ کے مطابق جس کا عنوان تھا "مدرسوں کا معمہ- پاکستان میں دینی تعلیم کا حال"، پاکستان میں مدرسوں کی تعداد 35 ہزار سے زیادہ ہے جو کہ قیامِ پاکستان کے وقت تین سو سے بھی کم تھی۔ اس کے بڑھنے کی وجہ یہ نہیں کہ ریاست کو اپنے لوگوں میں اسلامی تعلیمات کی کمی کی فکر تھی، نہ ہی اس کی وجہ یہ تھی کہ ریاست مجبور تھی اور دینی پیشواؤں نے حکومت کے علم میں لائے بغیر دھوکے سے ان مدرسوں کو قائم کیا۔ نہیں، بلکہ یہاں معاملہ بالکل مختلف ہے۔ یہ ہرگز وہ مدارس نہیں جو کبھی دنیا میں علم کا نمونہ ہوا کرتے تھے۔ جہاں اسلامی تعلیمات کو تجرباتی سائنس اور دوسرے مضامین کے ساتھ بہترین اور کُلی طور پر پڑھایا جاتا تھا۔ اس کے برعکس جنرل ضیاء الحق کے دور میں ان مدارس کو افغان جہاد کے لیے جنگجو پیدا کرنے کے لئے استعمال کیا گیا۔ افغان جہاد کے اختتام کے بعد بھی یہ سلسلہ جاری رہا کیوں کہ یہی ادارے مفت تعلیم کے ساتھ ساتھ مفت کھانا بھی فراہم کرتے تھے جبکہ مدرسوں کا مقصد یہ نہیں ہونا چاہیے، لیکن حالات اس حد تک خراب ہوگئے کہ نہ صرف ان طلباء نے مستقبل کے دینی اسکالرز بننے کی قابلیت بھی کھو دی بلکہ انہیں ریاست کے دشمن کی حیثیت سے دیکھا جانے لگا۔ ان کو بنیاد پرست اور شدت پسند جیسے القابات نوازے گئے۔ مضحکہ خیز بات یہ ہے کہ ان مدارس پر خفیہ ایجنسیوں کی گہری نظر ہوتی ہے یہاں تک کہ کچھ مدارس ان کے

چندوں پر چلتے ہیں اور کچھ کو صوبائی حکومت عطیات دیتی ہیں۔ یہ سارے چندے اور عطیات مدرسوں کے بچوں کے حالات کو بہتر بنانے کیلئے نہیں دیئے جاتے بلکہ یہ ذہنوں کو کنڑول کرنے کے حکومتی مقصد کو پورا کرنے اور ان کے نصاب کو اپنے قابو میں رکھنے اور سیکیولر ایجنڈے کو پورا کرنے کے لئے کیا جاتا ہے۔

حکومت جانتی ہے کہ اسلامی عقیدہ اور ریاست کی سیکولر پالیسی آپس میں ہم آہنگ نہیں اور یہی وجہ ہے کہ یہ ان مدرسوں سے خوفزدہ رہتی ہے۔ اور مدرسوں میں دی جانے والی تعلیم کو تین مقاصد تک محدود رکھنا چاہتی ہے: نماز کی امامت، نکاح خوانی اور نماز جنازہ کی امامت۔ اور جب کبھی بھی کوئی مدرسہ مقررہ حدود کو پھلانگنے کی کوشش کرتا ہے، حکومت انہیں دوسروں کے لئے نشان عبرت بنا دیتی ہے۔ مثال کے طور پر 2008 میں جامعہ حفصہ میں ہونے والا واقعہ۔ جب ایک مدرسہ نہ صرف میدان جنگ بن گیا، کیونکہ اس نے اسلامی ریاست کی غیر موجودگی کی مخالفت کی، بلکہ اس وقت کے صدر پرویز مشرف کے حکم پر وہاں کے طلبہ کے قتل وغارت سے یہ معاملہ اختتام پذیر ہوا۔

مدارس کا دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ وہ آج تک درس نظامی استعمال کرتے ہیں۔ اس میں حدیث، فقہ اور تفسیر کے ساتھ ساتھ ریاضی، فلکیات، منطق اور فلسفہ پڑھائے جاتے ہیں۔ جبکہ وہ علم الحدیث کی باریکی کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔ مثال کے طور پر مدرسہ کے ایک شاگرد نے بتایا کہ حدیث کے راویوں کی تصدیق پر توجہ نہیں دی جاتی، جبکہ یہ اسلامی سائنس کی ضرورت ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ وہاں دی جانے والی تعلیم، طلباء کو اسلامی اصول اور قوانین کی محدود اور جزوی سمجھ دیتے ہیں اور اس بات کی سمجھ پیدا نہیں کہ جاتی کہ یہ قوانین حقیقی زندگی میں کیسے استعمال ہوتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ وہاں پڑھایا جانے والا سائنسی مواد دقیانوسی اور فرسودہ ہے۔ اگرچہ مدرسے سے ملنے والی عالم کی ڈگری، عربی یا اسلامیات میں ایم۔اے کی ڈگری کے برابر ہوتی ہے لیکن ان کے لیے ملازمت کے کوئی خاص مواقع میسر نہیں ہوتے۔

اگر ہم 1882 کی لیٹنر رپورٹ (Leitner's Report) کا جائزہ لیں تو یہ اس بات کی تصدیق کرتی ہے کہ صرف پنجاب میں 330000 بچے عربی اور سنسکرت اسکولوں اور کالجوں میں تمام طرح کی سائنسز پڑھتے تھے...اس کے ساتھ ساتھ منطق، فلسفہ اور طب کی اعلیٰ معیار کی تعلیم دی جاتی تھی"۔ 1857 کے بعد جب برطانوی نظامِ تعلیم نے اپنی جڑیں جما لیں تو اس طریقہ تعلیم کے طلباء کی تعداد گھٹ کر 190،000 رہ گئی۔ بہرحال اس خطے کے نظامِ تعلیم کے متعلق لیٹنر کا تجزیہ ثابت کرتا ہے کہ یہ طریقہ تعلیم اس تعلیمی نظام سے کہیں بہتر تھا جو 1835 میں انڈین کالونی کے لیے، لارڈ میکالے کے بیانیے کے نتیجے میں قائم کیا گیا تھا۔ یہ ثابت کرتا ہے کہ مسلمان اسلامی حکومت میں کہیں زیادہ خوشحال اور محفوظ تھے جبکہ آج ہمارے اسکولوں میں یہ پڑھایا جاتا ہے کہ مغل شرابی اور عیاش حکمران تھے۔ جبکہ حقیقت میں انہوں نے ایسا نظام تشکیل دیا جو لوگوں کی ضروریات کا خیال رکھتا اور وہ نظام انسانی عقل کی پیداوار یا ایجاد نہیں تھا بلکہ اسلام کا دیا ہوا تھا۔ یقیناً ان کے دور حکومت میں ہر گاؤں کو ایسے استاد مہیا کیے جاتے تھے جو بچوں کو عربی پڑھاتے اور سکھاتے تھے۔ اس کے علاوہ یہ نظام نہ صرف مسلمانوں کا بلکہ وہاں رہنے والے ہندو عوام کا بھی خیال رکھتا تھا۔

حکومت جانتی ہے کہ اسلامی عقیدہ اور ریاست کی سیکولر پالیسی آپس میں ہم آہنگ نہیں اور یہی وجہ ہے کہ یہ ان مدرسوں سے خوفزدہ رہتی ہے۔ اور مدرسوں میں دی جانے والی تعلیم کو تین مقاصد تک محدود رکھنا چاہتی ہے: نماز کی امامت، نکاح خوانی اور نماز جنازہ کی امامت۔ اور جب کبھی بھی کوئی مدرسہ مقررہ حدود کو پھلانگنے کی کوشش کرتا ہے، حکومت انہیں دوسروں کے لئے نشان عبرت بنا دیتی ہے۔ مثال کے طور پر 2008 میں جامعہ حفصہ میں ہونے والا واقعہ۔

ہمیں چاہئے کہ ہم تاریخ کو اس طرح دیکھیں جیسے اس کا مشاہدہ کیا جانا چاہیے اور اپنے بچوں کو بھی تاریخ کی حقیقی تصویر دکھائیں۔ یہ ہم پر ان کا حق ہے کہ ہم ان کو وہ روشنی دکھائیں جو ان کے مسائل کو حل کرے اور ان کی زندگیوں کو مقصد دے۔ ان کو یہ جاننے کی ضرورت ہے کہ دین اور دنیا دو الگ چیزیں نہیں بلکہ وہ دونوں آپس میں ایسے جڑے ہوئے ہیں کہ ان کو الگ کرنا دونوں ہی کو کھو دینے کا سبب بنے گا۔ میرے پیارے بھائیو اور بہنوں! آیئے ہم سب اس امت کے مستقبل کے کو بچانے کے لیے ایک دوسرے کا بازو بنیں اور حکومت پاکستان پر دباؤ ڈالیں کہ وہ تعلیم سے کھلواڑ چھوڑ دے۔

آئیں ہم مل کر خلافت کے شاندار نظام کو واپس لانے کے لیے جدوجہد کریں جو کبھی دنیا کو اسلام کی روشنی سے منور کرتا تھا۔ کیونکہ صرف اللہ کی وحی پر مبنی نظام ہی اللہ کی رضا حاصل کرنے کے ہمارے مقصد میں ہمارا مددگار ہوگا۔ صرف یہی نظام لوگوں کو ایسے مواقع

بقیہ صفحہ 24 پر

جنگی پالیسی (السياسة الحربية)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جنگی پالیسی اس انداز سے جنگی امور کی دیکھ بھال کرنا ہے جو مسلمانوں کے لیے فتح اور دشمنوں کے لیے شکست کا باعث بنے۔ فوری طور پر عمل کرنے کا پہلو اس پالیسی میں نمایاں ہے۔ شریعت نے اس کے اندر ایسے معاملات کی اجازت دی ہے جو اس کے علاوہ ممنوع ہیں اور ایسے معاملات کو ممنوع قرار دیا ہے جنگی اس کے علاوہ اجازت ہے۔ اس میں دشمن سے جھوٹ بولنا جائز ہے جبکہ جنگ کے علاوہ یہ حرام ہے۔ اس طرح شریعت نے جنگ کے لیے مخصوص قوانین بنائے ہیں۔ ان میں دشمن سے نمٹنے، جنگ سے متعلق اعمال، اسلامی فوج اور دیگر معاملات سے متعلق قوانین شامل ہیں۔

دشمن کے ساتھ معاملات میں اللہ نے خلیفہ اور مسلمانوں کو اس بات کی اجازت دی ہے کہ وہ دشمنوں کے ساتھ ویسا ہی سلوک کریں جیسا انہوں نے مسلمانوں کے ساتھ کیا اور ان سے ویسی چیزیں ضبط کر لیں جیسی انہوں نے مسلمانوں سے ضبط کی ہیں اگرچہ وہ کوئی حرام چیز ہی ہو۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا فرمان ہے:
وَإِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ مَا عُوقِبْتُمْ بِهِ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِلصَّابِرِينَ
"اور اگر بدلہ لو بھی تو بالکل اتنا ہی جتنا صدمہ تمہیں پہنچایا گیا ہو اور اگر صبر کر لو تو بے شک صابروں کے لیے یہی بہتر ہے" (النحل:126)۔ اس آیت کے سببِ نزول کے بارے میں روایت ہے کہ اُحد کے دن مشرکوں نے مسلمانوں کا مثلہ کیا تھا، انہوں نے ان کے پیٹ چاک کر دیے، نازک حصوں کو کاٹ دیا اور ناک چیر دیے۔ انہوں نے حنظلہ بن راہب کے سوا کسی کو مثلہ کیے بغیر نہیں چھوڑا۔ اللہ کے رسول ﷺ حمزہؓ کے پاس کھڑے ہوئے، ان کا مثلہ کیا گیا تھا۔ وہ بہت ہی برا منظر تھا، ان کا پیٹ چاک کیا گیا تھا، اور ان کی ناک کاٹ دی گئی تھی، تو آپ ﷺ نے فرمایا: **«أما والذي أحلف به إن أظفرني الله بهم لأمثلن بسبعين مكانك»** "اس ذات کی قسم

> دشمن کے ساتھ معاملات میں اللہ نے خلیفہ اور مسلمانوں کو اس بات کی اجازت دی ہے کہ وہ دشمنوں کے ساتھ ویسا ہی سلوک کریں جیسا انہوں نے مسلمانوں کے ساتھ کیا اور ان سے ویسی چیزیں ضبط کر لیں جیسی انہوں نے مسلمانوں سے ضبط کی ہیں اگرچہ وہ کوئی حرام چیز ہی ہو۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا فرمان ہے: **وَإِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ مَا عُوقِبْتُمْ بِهِ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِلصَّابِرِينَ** "اور اگر بدلہ لو بھی تو بالکل اتنا ہی جتنا صدمہ تمہیں پہنچایا گیا ہو اور اگر صبر کر لو تو بے شک صابروں کے لئے یہی بہتر ہے۔" (النحل:126)

جس کی قسم میں کھاتا ہوں اگر اللہ نے مجھے ان پر فتح دی تو میں آپ کے بدلے میں ان کے ستر لوگوں کا مثلہ کروں گا" اس کو طبرانی نے الکبیر میں روایت کیا ہے۔ پس یہ آیت نازل ہوئی۔ یہ آیت جنگ میں نازل ہوئی اگرچہ یہ برابری کے انتقام سے زیادہ کو ممنوع قرار دیتی ہے اس کے باوجود یہ مسلمانوں کو واضح طور پر اجازت دیتی ہے کہ وہ بھی کافروں کے ساتھ ویسا سلوک کریں جیسا انہوں نے مسلمانوں کے ساتھ کیا۔ اس کے باوجود کہ مثلہ حرام ہے اور اس کی حرمت کے بارے میں روایات موجود ہیں۔ اس آیت سے یہ نتیجہ اخذ کیا گیا ہے کہ کفار کے مقتولین کا مثلہ جائز ہے جنہوں نے مسلمانوں کے مقتولین کا مثلہ کیا ہو اس شرط پر کہ جتنا انہوں نے کیا اس سے زیادہ نہ ہو۔ اسی طرح دھوکہ اور عہد کو توڑنے کا معاملہ ہے۔ لہٰذا اگر دشمن ایسا کرے یا اس بات کا خوف ہو کہ وہ ایسا کر سکتا ہے تو ہمارے لیے جائز ہے کہ ایسا کریں ورنہ ہمیں ایسا کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ پس اس کی ممانعت ہونے کے باوجود ہمیں یہ کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔ یہ صرف جنگی پالیسی کے طور پر ہے کیونکہ اسکی ممانعت صرف تب ہے جب دشمن ایسا نہ کرے اگر وہ ایسا کرے تو پھر مسلمانوں کو بھی اس کی اجازت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: **وَإِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً فَانْبِذْ إِلَيْهِمْ عَلَى سَوَاءٍ** (الانفال:57) "اور اگر تمہیں کسی قوم کی خیانت کا ڈر ہو تو برابری کی حالت میں ان سے عہد توڑ دو"۔ اسی طرح مسلمانوں کو دشمن کے خلاف جنگ میں جوہری ہتھیار استعمال کرنے کی اجازت ہے، قبل یہ کہ وہ مسلمانوں کے خلاف اس کا استعمال کر دیں کیونکہ تمام ریاستیں جنگ میں جوہری ہتھیار کے استعمال کی اجازت دیتی ہیں۔ لہٰذا ان کے استعمال کی اجازت ہے اگرچہ ایٹمی ہتھیاروں کا استعمال ممنوع ہے کیونکہ یہ انسانیت کو تباہ کرتے ہیں، جبکہ جہاد انسانیت کو ختم کرنے کے لیے نہیں بلکہ انسانیت کو اسلام کے

ذریعے زندہ کرنے کے لیے ہے۔ جنگ کے اعمال سے متعلق یہ ہے کہ مسلمان کافروں کے درخت، ان کے کھانے، کھیت اور گھروں کو آگ لگا سکتے ہیں اور ان کو تباہ کر سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَآئِمَةً عَلٰٓى اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيُخْزِيَ الْفٰسِقِيْنَ(الحشر: 5)**"تم نے کھجوروں کے جو درخت کاٹ ڈالے، یا جنہیں تم نے ان کی جڑوں پر باقی رہنے دیا، یہ سب اللہ کے فرمان سے تھا اور اس لیے بھی کہ اللہ فاسقوں کو رسوا کرے"۔ رسول اکرم ﷺ نے بنی نضیر کے کھجوروں کے درختوں کو اس یقین کے باوجود جلا دیا تھا کہ وہ بالآخر ان کے پاس ہی آئیں گے جہاں تک اس روایت کا تعلق ہے جس کو یحیٰ بن سعید الانصاری نے روایت کیا ہے کہ ابو بکر صدیقؓ نے فوج کے امیر سے کہا: **«لا تعقرن شاة ولا بعيراً إلا لمأكلة، ولا تحرقن نخلاً ولا تغرقنّه»**" کسی اونٹ یا بھیڑ کو کھانے کے سوا نہ مارنا اور نہ ہی کھجور کے درختوں کو جلانا یا انہیں غرق کرنا"؛ اور اس پر تمام صحابہؓ نے اتفاق کیا اور کسی نے بھی اختلاف نہیں کیا، یہ جنگ کا اصل حکم ہے کہ نہ بستی کو خراب کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی درختوں کو کاٹا جا سکتا ہے لیکن اگر خلیفہ یا فوج کے امیر کی رائے ہے کہ جنگ جیتنے کے عمل کو تیز کرنے کے لئے کسی بستی کو تباہ کرنے یا درختوں کو کاٹنے کی ضرورت ہے تو جنگی پالیسی کے تحت اس کی اجازت ہے کہ ایسا اللہ کے رسول نے کیا، اسی طرح جانوروں کو قتل کرنے اور جلانے کا معاملہ ہے اور جو کچھ دشمن کے پاس ہے، اگر جنگی پالیسی کے تحت اس تباہ کرنے کی ضرورت ہے تو یہ عمل کیا جا سکتا ہے اگرچہ یہ حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: **وَلَا يَطَئُوْنَ مَوْطِئًا يَّغِيْظُ الْكُفَّارَ وَلَا يَنَالُوْنَ مِنْ عَدُوٍّ نَّيْلًا اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ بِهٖ عَمَلٌ صَالِحٌ (التوبہ: 120)** "وہ کسی ایسی جگہ چلتے ہیں جس سے کفار کو غصہ آئے یا دشمن سے کوئی چیز لیتے ہیں تو ہر بات پہ ان کیلئے ایک نیک عمل لکھ دیا جاتا ہے"۔ یہ الفاظ عام ہیں نہ ہی اس آیت میں کوئی ایسی چیز ہے جو ان کو مخصوص کرے اور نہ ہی کسی اور آیت یا حدیث میں ایسا کچھ وارد ہوا ہے جو اسے مخصوص کرے لہٰذا اس کی عمومیت برقرار ہے۔ گھروں کو جلانے اور درختوں کو کاٹنے یا جلانے کے بارے میں صحیح احادیث موجود ہیں۔ مسلم نے ابن عمرؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بنی نضیر کے درخت کاٹے اور جلائے۔ اسی بارے میں حضرت حسانؓ کا شعر ہے:

وهان على سراة بني لؤي

حريق بالبويرة مستطير

"بویرہ میں پھیلتی ہوئی آگ کے ذریعے بنی لوئی کے سرداروں کو پسپا کیا گیا"

اس پر یہ آیت نازل ہوئی: **مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَآئِمَةً عَلٰٓى اُصُوْلِهَا...(الحشر: 5)**"تم نے کھجوروں کے جو درخت کاٹے یا جنہیں تم نے ان کی جڑوں پر باقی رہنے دیا..."۔ بخاری نے جریر بن عبداللہؓ سے روایت کیا ہے، انہوں نے کہا کہ مجھے اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:-**«ألا تريحني من ذي الخَلَصَةِ، قال: فانطلقت في خمسين ومائة فارس من أحْمَسَ، وكانوا أصحاب خيل، وكان ذو الخلصة بيتاً في اليمن لخثعم وبجيلة فيه نصب يُعْبَد يقال له كعبة اليمانية، قال: فأتاها فحرقها بالنار وكسرها، ثم بعث رجلاً من أحْمَسَ يكنى أبا أرطأة إلى النبي ﷺ يبشره بذلك، فلما أتاه قال يا رسول الله: والذي بعثك بالحق ما جئت حتى تركتها كأنها جمل أجرب، قال: فبرّك النبي ﷺ على خيل أحْمَسَ ورجالها خمس مرات»**"تم مجھے ذوالخصلہ سے آرام نہیں پہنچاؤ گے؟ انہوں نے کہا پس میں احمس کے ایک سو پچاس گھڑ سوار لے کر چلا اور وہ اعلیٰ گھڑ سوار تھے۔ ذوالخصلہ یمن میں خثعم اور بجیلۃ قبیلے کا گھر تھا جس میں بتوں کی پوجا کی جاتی تھی اور اسے یمن کا کعبہ بھی کہتے تھے۔ پس وہ وہاں گئے اور اسے جلا کر تباہ کر دیا۔ پھر احمس میں سے ایک شخص جس کی کنیت ابو ارطاہ تھی کو اللہ کے نبی ﷺ کی طرف بھیجا تو اس نے کہا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا، میں نہیں آیا مگر ان کو ایسی حالت میں چھوڑ کر جیسے خارش زدہ اونٹ۔ پس اللہ کے نبی ﷺ نے پانچ مرتبہ فرمایا کہ احمس کے مردوں اور گھوڑوں میں برکت واقع ہو۔ احمد بن حنبل اور ابن ماجہ نے اسامہ بن زیدؓ سے روایت کی **«بعثني رسول الله ﷺ إلى قرية يقال لها أُبْنَى فقال: ائتها ثم حرّق»** "اللہ کے رسول ﷺ نے مجھے اُبْنَى نامی شہر کی طرف بھیجا اور کہا کہ وہاں پہنچو اور اسے جلا دو"۔ یہ ابنی نامی شہر فلسطین کا علاقہ ہے، جیسا کہ ابو بکرؓ کی وصیت سے ظاہر ہے جسے امام مالک نے موطا میں روایت کیا ہے۔ جب اس تمام کو اس موضوع سے متعلق دوسری روایات سے جوڑ کر دیکھا جائے تو اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ درختوں کا کاٹنا، آگ لگانا اور

گھروں کو مسمار کرنا صرف ایسی صورت میں ہے جب کسی لڑائی یا جنگ کے لیے ایسا کرنا ضروری ہو۔ لہٰذا یہ جنگی حکمتِ عملی میں داخل ہے۔

اسلامی فوج سے متعلق یہ ہے کہ امام یا فوج کا سربراہ منافقوں، فاسقوں، فرار پرا کسانے والوں، افواہیں پھیلانے والوں اور اس طرح کے دیگر لوگوں کو جنگ میں شرکت سے روک سکتا ہے، کیونکہ سورۃ التوبہ آیت 46،47 میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ :(**وَلَوْ اَرَادُوا الْخُرُوْجَ لَاَعَدُّوْا لَهٗ عُدَّةً وَّلٰـكِنْ كَرِهَ اللّٰهُ انْبِعَاثَهُمْ فَثَبَّطَهُمْ وَقِيْلَ اقْعُدُوْا مَعَ الْقٰعِدِيْنَ (۴۶) لَوْ خَرَجُوْا فِيْكُمْ مَّا زَادُوْكُمْ اِلَّا خَبَالًا وَّلَاَاوْضَعُوْا خِلٰلَكُمْ يَبْغُوْنَكُمُ الْفِتْنَةَ ۚ وَفِيْكُمْ سَمّٰعُوْنَ لَهُمْ ۗ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ(۴۷)**) "اور اگر وہ نکلنے کا ارادہ کرتے تو اس کے لیے سامان تیار کرتے لیکن اللہ نے ان کا اُٹھنا (اور نکلنا) پسند نہ کیا تو ان کو ہلنے جلنے ہی نہ دیا اور (ان سے) کہہ دیا گیا کہ جہاں (معذور) بیٹھے ہیں تم بھی ان کے ساتھ بیٹھے رہو (46) اگر وہ تم میں (شامل ہو کر) نکل بھی کھڑے ہوتے تو تمہارے حق میں شرارت کرتے اور تم میں فساد ڈلوانے کی غرض سے دوڑے دوڑے پھرتے اور تم میں ان کے جاسوس بھی ہیں اور خدا ظالموں کو خوب جانتا ہے " (47)۔ حالانکہ منافقوں اور فاسقوں کی اسلامی فوج میں شمولیت پر کوئی ممانعت نہیں ہے۔ تاہم اگر جنگی پالیسی اس بات کا تقاضا کرے کہ ان کو جنگ میں شمولیت یا کس خاص کام کو کرنے یا خاص کام پر نگران بننے سے روک دیا جائے تو خلیفہ یا فوج کے سربراہ کو اجازت ہے کہ وہ ایسا کرے۔ دشمن کے ساتھ معاملات ، جنگی اعمال اور اسلامی فوج کے علاوہ اعمال سے متعلق یہ ہے کہ جیسے اللہ کے رسول ﷺ غزوہ بنی مُصطلِق سے نہایت تیز رفتاری کے ساتھ واپس آئے، انہوں نے رات اور دن اپنی پوری قوت کے ساتھ سفر کیا۔ یہاں تک کہ وہ مدینہ پہنچ گئے۔ اس محنت طلب سفر نے اسلامی فوج کو خاصا تھکا دیا حالانکہ فوج کے بارے میں آسانی کا معاملہ کرنے کی ہدایت ہے۔ جابرؓ نے بیان کیا :-**«كان رسول الله ﷺ يتخلف في السير فيزجي الضعيف ويردف ويدعو لهم»** "رسول اللہ ﷺ سفر میں کمزوروں کی ہمت بندھاتے، ان کے پیچھے چلتے اور ان کے لیے دعا کرتے "اسے ابو درداءؓ نے روایت کیا ہے۔ تاہم عبد اللہ بن اُبی بن سلول کی حرکات، جن سے وہ مسلمانوں یعنی مہاجرین و انصار کے بیچ تفرقہ پھیلا رہا تھا، کے بارے میں جنگی پالیسی اس بات کا تقاضا کر رہی تھی کہ فوج کے کمزور ترین فرد کی رفتار سے سفر طے نہ کیا جائے، بلکہ فوج کے مضبوط ترین فرد کی سی رفتار سے سفر کیا جائے تاکہ کسی کو بحث کا موقع نہ ملنے پائے۔

> پس وہ نصوص جن میں شریعت نے ممانعت کا حکم لگایا تو ان میں ممانعت کی پاسداری کی جائے گی اور ان میں کسی جنگی پالیسی کا عمل دخل نہ ہو گا۔ بخاری نے ابن عمرؓ سے روایت کیا ہے:**«وُجِدت امرأة مقتولة في بعض مغازي رسول الله ﷺ فنهى رسول الله ﷺ عن قتل النساء والصبيان»**"رسول اللہ ﷺ کے کچھ غزوات میں ایک عورت قتل شدہ حالت میں پائی گئی تو رسول اللہ ﷺ نے عورتوں اور بچوں کے قتل سے منع فرما دیا"۔

اسی طرح جنگی پالیسی امام سے اس بات تقاضا کرتی ہے کہ وہ جنگی معاملات کی دیکھ بھال کے لیے ایسے اقدامات کرے جو لڑائی یا جنگ کو جیتنے اور دشمن کو شکست سے دوچار کرنے اور اس پر قابو پا لینے کے لیے ضروری ہوں۔ لیکن ایسا صرف تب ہو سکتا ہے جب کسی خاص عمل پر نص موجود نہ ہو۔ اگر کسی عمل کی حرمت پر نص موجود ہو جو کہ مخصوص نہ ہو بلکہ حالت جنگ و امن کے لیے عام ہو مثال کے طور پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: **وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَا ۖ إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَسَاءَ سَبِيلًا**(الإسراء: 32)"زنا کے قریب بھی نہ پھٹکو، یہ فحاشی اور بہت ہی برا راستہ ہے"۔ تو اس نص کی موجودگی میں جنگی پالیسی کو حجت بنا کر یہ عمل کرنا جائز نہیں ہے، بلکہ جس صورت میں یہ نازل ہوا ہے اسی طرح من و عن اس پر عمل کرنا ضروری ہے۔ اگر حرمت کی یہ نص بغیر علت کے ہے تو اس کو کسی بھی حالت میں کرنا جائز نہیں اور اگر نص میں علت موجود ہے تو اس کا حکم، علت کے تابع ہو گا۔ اگر نص میں کسی کام کی ممانعت موجود ہے اور رسول اکرم ﷺ سے وہ کام کسی خاص حالت میں کرنا ثابت ہے تو وہ کام ماسوائے اس خاص حالت کے کرنا جائز نہ ہو گا۔

پس وہ نصوص جن میں شریعت نے ممانعت کا حکم لگایا تو ان میں ممانعت کی پاسداری کی جائے گی اور ان میں کسی جنگی پالیسی کا عمل دخل نہ ہوگا۔ بخاری نے ابن عمرؓ سے روایت کیا ہے: **«وُجِدت امرأة مقتولة في بعض مغازي رسول الله ﷺ فنهى رسول الله ﷺ عن قتل النساء والصبيان»** "رسول اللہ ﷺ کے کچھ غزوات میں ایک عورت قتل شدہ حالت میں پائی گئی تو رسول اللہ ﷺ نے عورتوں اور بچوں کے قتل سے منع فرمادیا"۔ احمد نے الاسود بن سریعؓ سے روایت کیا: **«ما بال أقوام جاوزهم القتل اليوم حتى قتلوا الذرية، فقال رجل: يا رسول الله، إنما هم أولاد المشركين، فقال: ألا إن خياركم أبناء المشركين»** "ان لوگوں کا کیا معاملہ ہے جنہوں نے آج قتل کرنے میں اس حد تک تجاوز کیا کہ بچوں کو مار ڈالا۔ ایک شخص نے کہا اے اللہ کو رسول ﷺ وہ مشرکوں کے بچے تھے، آپ ﷺ نے فرمایا تم سب میں سے بہترین مشرکوں کے بچے ہیں"۔ اور ابو داؤد نے انسؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:۔ **«انطلقوا باسم الله وبالله وعلى ملة رسول الله، لا تقتلوا شيخاً فانياً، ولا صغيراً ولا امرأة، ولا تغلوا، وضموا غنائمكم، وأصلحوا وأحسنوا إن الله يحب المحسنين»** "نکلو اللہ کے نام اور اس کی مدد کے ہمراہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے عقیدے پر، کسی کمزور بوڑھے کو قتل نہ کرنا اور نہ ہی کسی بچے کو، اور نہ کسی عورت کو، اور نہ ہی تم حد سے تجاوز کرنا۔ اور مال غنیمت کو اکٹھے جمع رکھنا، نیک اعمال کرتے رہنا، اور احسان کرنا، بے شک اللہ احسان کرنے والوں سے محبت کرتا ہے"۔ یہ احادیث جنگ میں چند مخصوص اعمال سے منع کرتی ہیں، لہٰذا جنگی پالیسی کو حجت بناتے ہوئے یہ اعمال کرنا جائز نہیں۔ بلکہ یہ اعمال صرف نصوص میں وارد طریقے کے مطابق کیے جا سکتے ہیں۔ ایسی نصوص موجود ہیں جو ان اعمال کو توپوں کے استعمال اور بمباری میں جائز قرار دیتے ہیں، اور جو کچھ بھی بھاری چیزوں کے ذریعے فاصلے سے پھینکا جائے، اگرچہ اس کے باعث بچے اور عورتیں بھی مارے جائیں، اگر ملے جلے ہونے کی وجہ سے ان کو مارے بغیر کفار تک پہنچنا ممکن نہ ہو۔ بخاری، صعب بن جثامہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ **«أن رسول الله ﷺ سئل عن أن أهل الدار يبيتون من المشركين فيصاب من نسائهم وذراريهم قال: هم منهم»** "رسول اللہ ﷺ سے مشرکین کے گھروں میں رہنے والوں کے متعلق سوال کیا گیا کہ ان میں عورتیں اور بچے بھی ہوتے ہیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "وہ انہی میں سے ہیں"۔ صحیح ابنِ حبان میں صعب بن جثمہ سے روایت ہے کہ **«سألت رسول الله ﷺ عن أولاد المشركين أن نقتلهم معهم, قال: نعم فانهم منهم»** "میں نے رسول اللہ ﷺ سے مشرکین کے بچوں کے بارے میں پوچھا کہ کیا ہم انہیں مشرکین کے ساتھ قتل کر دیں؟ تو رسول اللہ ﷺ نے کہا: "ہاں، وہ انہی میں سے ہیں"۔ ترمذی نے ثور بن یزید سے روایت کیا ہے کہ **«أن النبي ﷺ نصب المنجنيق على أهل الطائف»** ''رسول اللہ ﷺ نے اہلِ طائف پہ منجنیق (ایسا آلہ جس کے ذریعے پتھر پھینکے جاتے تھے) نصب کی۔ اور جب منجنیق سے وار کیا جاتا ہے تو وہ عورتوں، بچوں، درختوں وغیرہ میں تفریق نہیں کرتی جو اس بات کی دلیل ہے کہ بھاری ہتھیار جیسے توپ اور بم جب جنگ میں استعمال کیے جائیں تو ان کے ذریعے قتل کرنا اور چیز کو بے دریغ تباہ کرنا جائز ہے۔ اور اسی طرح اگر عورتوں اور بچوں کو قتل کیے بغیر کفار تک پہنچنا ناممکن ہو، تو ان کے اختلاط کے سبب ان کو مارنا جائز ہے۔ منجنیق کے استعمال یا ایسے حالات کے علاوہ جن میں لڑنے والے کفار اور دیگر کے مابین تفریق ممکن نہ

ترمذی نے ثور بن یزید سے روایت کیا ہے کہ **«أن النبي ﷺ نصب المنجنيق على أهل الطائف»** ''رسول اللہ ﷺ نے اہلِ طائف پہ منجنیق (ایسا آلہ جس کے ذریعے پتھر پھینکے جاتے تھے) نصب کی۔ اور جب منجنیق سے وار کیا جاتا ہے تو وہ عورتوں، بچوں، درختوں وغیرہ میں تفریق نہیں کرتی جو اس بات کی دلیل ہے کہ بھاری ہتھیار جیسے توپ اور بم جب جنگ میں استعمال کیے جائیں تو ان کے ذریعے قتل کرنا اور چیز کو بے دریغ تباہ کرنا جائز ہے۔ اور اسی طرح اگر عورتوں اور بچوں کو قتل کیے بغیر کفار تک پہنچنا ناممکن ہو، تو ان کے اختلاط کے سبب ان کو مارنا جائز ہے۔

ہو، توان اعمال کو کرنے کے بارے میں موجود نصوص کے مطابق تفصیل موجود ہے۔ بچوں سے متعلق یہ ہے کہ مذکورہ دو صورتوں کے علاوہ ان کا قتل مطلقاً حرام ہے۔ اور اسی طرح العسیف، یعنی اجرت پہ کام کرنے والا ملازم جو مجبوراً کسی قوم کے ساتھ ہو کیونکہ وہ کمزوروں میں سے ہے۔ یہ اس وجہ سے ہے کہ ان دونوں کے قتل کی ممانعت قطعی طور پہ وارد ہوئی ہے اور اس میں کوئی علت بھی موجود نہیں ہے۔ عورتوں کے متعلق دو صورتیں ہیں: اگر وہ جنگ میں شریک ہو تو اس کا قتل جائز ہے اور اگر جنگ میں شریک نہ ہو تو اسے قتل کرنا جائز نہیں۔ احمد اور ابوداؤد نے رباح بن ربیعؓ سے روایت کیا ہے کہ وہ اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ ایک غزوہ میں نکلے جس میں خالد بن ولید ہراول دستے میں موجود لڑائی لڑ رہے تھے تو رباح اور دیگر صحابہ کا گزر ایک مقتول عورت پر ہوا جسے صف اول کے سپاہیوں نے قتل کیا تھا، تو وہ اسے دیکھنے کے لیے کھڑے ہو گئے اور اس کی خوبصورتی پر حیران ہوئے، یہاں تک کہ اللہ کے رسول ﷺ اپنی سواری پر پہنچے تو وہ لوگ وہاں سے ہٹ گئے۔ رسول اللہ ﷺ اس عورت کے پاس کھڑے ہوئے اور کہا **«ما كانت هذه لتقاتل، فقال لأحدهم: إلحقْ خالداً فقل له: لا تقتلوا ذرية ولا عسيفاً»** "یہ لڑنے والوں میں سے نہیں تھی، پھر ان میں سے ایک کو کہا کہ خالدؓ سے ملو اور کہو کہ بچوں اور اجرت پر کام کرنے والوں کو مت ماریں"۔

پس رسول اللہ ﷺ کا یہ کہنا کہ "یہ لڑنے والوں میں سے نہیں تھی"، اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اگر وہ لڑنے والوں میں سے ہوتی تو اس کا قتل جائز ہوتا۔ یہ حدیث لڑائی نہ کرنے کو اس عورت کے قتل کی ممانعت کی علت بتاتی ہے۔ اور اسکی تائید عکرمہ کی روایت سے بھی ہوتی ہے جسے ابوداؤد نے روایت کیا ہے کہ **«مر بامرأة مقتولة يوم حنين فقال: من قتل هذه، فقال رجل أنا يا رسول الله غنمتها، فأردفتها خلفي فلما رأت الهزيمة فينا أهوت إلى قائم سيفي لتقتلني فقتلتها، فلم ينكر عليه رسول الله ﷺ»** "حنین کے دن رسول اللہ ﷺ کا گزر ایک مقتول عورت پر ہوا تو آپ ﷺ نے پوچھا اسے کس نے قتل کیا ہے؟ ایک شخص نے جواب دیا: اے اللہ کے رسول ﷺ میں نے اس کو غنیمت کے طور پر قابو کیا اور اپنے پیچھے رکھا، جب اس نے ہماری ہار دیکھی تو مجھے قتل کر دینے کی نیت سے میری تلوار کی طرف بڑھی، تب میں نے جواباً اسے قتل کر دیا۔ تو اللہ کے رسول ﷺ نے اس کا انکار نہیں کیا"۔ اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اگر عورت لڑائی کرے تو اسے قتل کرنا جائز ہے جبکہ دوسری صورت میں جائز نہیں۔ اور جہاں تک کمزور بوڑھے کا تعلق ہے تو اگر اس میں کفار کے لیے کوئی فائدہ یا مسلمانوں کے لیے کوئی ضرر موجود نہیں ہے تو اسکا قتل جائز نہیں۔ اور اگر اس میں کفار کے لیے فائدہ اور مسلمانوں کے لیے ضرر موجود ہو تو اس صورت میں قتل کرنا جائز ہے۔ جیسا کہ احمد اور ترمذی نے سمرۃؓ سے روایت کیا ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا «اقتلوا شيوخ المشركين واستحيوا شرخهم» "مشرکوں میں سے بوڑھوں کو قتل کرو اور بچوں کو چھوڑ دو"۔ اور جیسا کہ بخاری نے ابو موسیٰؓ سے حدیث روایت کی ہے کہ جب اللہ کے نبی ﷺ حنین سے فارغ ہوئے تو ابو عامرؓ کو اوطاس کے لشکر کی جانب بھیجا، تو ان کی ملاقات درید بن الصمۃ سے ہوئی جس کی عمر سو سال سے زائد تھی اسے انہوں نے جنگی حکمت عملی تیار کرنے کے لیے بلایا ہوا تھا، تو ابو عامرؓ نے اسے قتل کر دیا۔ اللہ کے نبی ﷺ نے اس قتل کا انکار نہیں کیا۔ یوں انسؓ کی حدیث کو اُس کمزور بوڑھے پر محمول کیا جائے گا جس کا کفار کو کوئی فائدہ نہیں اور نہ ہی اس سے مسلمانوں کو کوئی نقصان ہے، جیسا کہ حدیث میں بیان ہوا ہے۔

یہ وہ معاملات ہیں جن کے متعلق ممانعت وارد ہوئی ہے لہٰذا ان کو نہیں کیا جائے گا مگر نص کے مطابق۔ اور جو عمل بھی مسلمان، دشمن کفار کے ساتھ کریں تو اس میں کوئی حرج نہیں جب تک یہ عمل حالتِ جنگ میں کیا جائے، چاہے یہ عمل حلال تھا یا جنگ کی صورت کے علاوہ حرام۔ اس بات سے کوئی عمل مستثناء نہیں ہے سوائے اس کے جس کی ممانعت عام ہو اور اس میں تخصیص نہ ہو، جنگ میں یا امن میں، مثلاً زنا۔

حزب التحریر کی کتاب
الشخصیہ الاسلامیہ
جلد دوم سے منقول

ختم شد

نصر: اس کے معنی، اسباب، دو شرائط اور اس کی راہ میں حائل رکاوٹیں

عبدالکریم ابو مصعب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کی توفیق کی بنا پر ہم یہ بیان کرتے ہیں کہ مسلمانوں پر اجنبی اور بیرونی ثقافتی یلغاروں کے اثرات اور اسلامی احکامات کی کماحقہٗ پابندی سے دوری جیسے دیگر اسباب کے نتیجے میں آج مسلمانوں کی اکثریت نُصرت کا درست مفہوم سمجھنے میں الجھن (کنفیوژن) کا شکار ہو گئی ہے اور اس الجھن کے نتیجے میں ان کے درمیان اس حوالے سے اختلافات پیدا ہو گئے کہ نصرت کیسے حاصل کی جائے گی۔ اس الجھن کی وجہ سے آج عالمِ اسلام کی صورتحال سے متعلق مسلمانوں کے موقفوں میں اختلاف نظر آتا ہے۔

کچھ مسلمان نصرت کو ایک خُدائی عطیہ کی نظر سے دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالی اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے عطا کر دیتے ہیں چاہے کوئی اس کا حقدار ہوتا ہے یا نہیں، یا یہ کہ اس کی کیا قابلیت یا تیاری ہے، اور نہ ہی اس کے لیے آزمائشیں برداشت کرنا اور سختیاں برداشت کرنا ضروری ہے۔ نصرت کے حوالے سے یہ خیال درست نہیں کیونکہ اللہ تعالی نے فرمایا: (وَلَوْ يَشَآءُ ٱللَّهُ لَٱنتَصَرَ مِنْهُمْ وَلَٰكِن لِّيَبْلُوَا۟ بَعْضَكُم بِبَعْضٍ ۗ وَٱلَّذِينَ قُتِلُوا۟ فِى سَبِيلِ ٱللَّهِ فَلَن يُضِلَّ أَعْمَٰلَهُمْ ٤ سَيَهْدِيهِمْ وَيُصْلِحُ بَالَهُمْ ٥ وَيُدْخِلُهُمُ ٱلْجَنَّةَ عَرَّفَهَا لَهُمْ ٦ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ إِن تَنصُرُوا۟ ٱللَّهَ يَنصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ) "اور جو لوگ اللہ کے راستے میں قتل ہوئے، اللہ اُن کے اعمال کو ہرگز اکارت نہیں کرے گا۔ وہ انہیں منزل تک پہنچا دے گا اور ان کی حالت سنوار دے گا اور انہیں جنت میں داخل کرے گا جس کی انہیں خوب پہچان کرا دی ہو گی۔ اے ایمان والو! اگر تم اللہ (کے دین) کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدم جما دے گا" (محمد: 7-4) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کی طرف سے نصرت کے حصول کی کچھ شرعی شرائط ہیں، یہ صرف تمناؤں سے نہیں ملتی جیسا کہ اہلِ کتاب گمان کیا کرتے تھے۔ فرمانِ الٰہی ہے: (لَّيْسَ بِأَمَانِيِّكُمْ وَلَآ أَمَانِيِّ أَهْلِ ٱلْكِتَٰبِ ۗ مَن يَعْمَلْ سُوٓءًا يُجْزَ بِهِۦ وَلَا يَجِدْ لَهُۥ مِن دُونِ ٱللَّهِ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا) "نہ تمہاری تمنائیں (جنت میں لے جانے

اللہ کی طرف سے نصرت کے حصول کی کچھ شرعی شرائط ہیں، یہ صرف تمناؤں سے نہیں ملتی جیسا کہ اہلِ کتاب گمان کیا کرتے تھے۔ فرمانِ الٰہی ہے: (لَّيْسَ بِأَمَانِيِّكُمْ وَلَآ أَمَانِيِّ أَهْلِ ٱلْكِتَٰبِ ۗ مَن يَعْمَلْ سُوٓءًا يُجْزَ بِهِۦ وَلَا يَجِدْ لَهُۥ مِن دُونِ ٱللَّهِ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا) "نہ تمہاری تمنائیں (جنت میں لے جانے کے لیے) کافی ہیں، نہ اہلِ کتاب کی آرزوئیں۔ جو بھی بُرا عمل کرے گا، اس کی سزا پائے گا اور اسے اللہ کے سوا اپنا کوئی یار و مددگار نہیں ملے گا" (النساء: 123)۔

کے لیے) کافی ہیں، نہ اہلِ کتاب کی آرزوئیں۔ جو بھی بُرا عمل کرے گا، اس کی سزا پائے گا اور اسے اللہ کے سوا اپنا کوئی یار و مددگار نہیں ملے گا" (النساء: 123)۔ کچھ لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ موجودہ حالات نصرت کی اجازت نہیں دیتے اور نصرت ہم سے بہت دُور ہے، چنانچہ ایسے لوگ اپنے آپ کو حالات کے رحم و کرم پر چھوڑ دیتے ہیں۔ کچھ لوگ نصرت کو حضرت مہدی کے ظہور اور آخری زمانے سے متعلق احادیث و اقوال کے ساتھ جوڑ دیتے ہیں۔

لیکن تاریخ کی جستجو اور تہذیبوں کے کشمکش پر غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ لوگوں اور ریاستوں کے درمیان بالادستی اور مغلوبیت کا ادل بدل ہوتا رہتا ہے اور یہ ایک کائناتی سنت ہے۔ تاریخ میں ایسی کوئی ریاست ہمیں نظر نہیں آتی جو پوری انسانی تاریخ میں غالب رہی ہو۔ ایسی کوئی ریاست نہیں جسے لامحدود زمانے تک بقاء حاصل رہی ہو۔ انسانی معاشرے میں یہ اتار چڑھاؤ اللہ کی (طریقوں) سنتوں میں سے ایک سنت ہے۔ کبھی اہل باطل کی بالادستی اور قہاریت کے دن ہوتے ہیں اور کبھی اہل حق کو باطل کے مقابلے میں دبدبہ و شوکت اور غلبہ و سطوت حاصل ہوتا ہے۔ ہاں اہلِ حق کو یہ ضمانت دی جا چکی ہے کہ جب تک وہ حق پر رہیں گے بالآخر کامیابی انہی کے قدم چومے گی۔ پس سنتِ الٰہی ایک اٹل قانون ہے جس میں اللہ کی اجازت اور اذن کے بغیر کسی کے لیے کوئی استثنا ہے نہ ہی کوئی رعایت ہے۔ اس سنت کے دائرے میں کوئی بھی آتا ہو، یہ اسی طرح اس پر جاری ہوتی ہے جیسا کہ دوسروں پر۔ یہ بات اللہ تعالیٰ کے اس قول سے سمجھی جا سکتی ہے: (إِنْ يَمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِثْلُهُ وَتِلْكَ الْأَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَاءَ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ) "اگر تمہیں ایک زخم لگا ہے تو ان لوگوں کو بھی اسی جیسا زخم پہلے لگ چکا ہے۔ یہ تو آتے جاتے دن ہیں جنہیں ہم لوگوں کے درمیان بدلتے رہتے ہیں، اور مقصد یہ تھا کہ اللہ ایمان والوں کو جانچ لے، اور تم میں سے کچھ لوگوں کو شہید قرار دے

اور اللہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا"(آل عمران:140)۔

آیئے اس کو مد نظر رکھتے ہوئے نصرت کے مفہوم اور اس کی حقیقت کو واضح کرنے کے لیے اس پر تفصیلی روشنی ڈالتے ہیں۔

لُغت میں نصرت کے متعدد معنی کیے جاتے ہیں: مدد اور تائید وغیرہ۔ اصطلاحی طور پر نصر کہتے ہیں؛ایسی دستگیری اور مدد کو جس کے ذریعے دشمن کو مغلوب کیا جائے اور اس پر بالادستی حاصل ہو جائے۔ "النصر" کا لفظ قرآن کریم میں مختلف صیغوں(Patterns)اور مُشتقات(Derivatives) کی صورت میں بہت زیادہ استعمال کیا گیا ہے۔

شرعی لحاظ سے نصرت کا ذکر گیارہ مقامات پر کیا گیا ہے،اور ہر جگہ مختلف معنوں میں آیا ہے،جو آیت کی سیاق وسباق سے متعین ہوتا ہے،اس کے اہم معانی میں سے چند یہ ہیں:

پہلا: حفاظت اور دفاع، نصرت کے یہ معنی ان مقامات پر لیے گئے ہیں جہاں کفار اور فاسق وبدکار لوگوں کو دھمکی دی گئی ہے،اس کے لیے بھی مختلف صیغے (Patterns)استعمال کیے گئے ہیں:

1۔آخرت کے عذاب سے عدم حفاظت کا صیغہ جیسے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: (**يَوْمَ لاَ يُغْنِي عَنْهُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا وَلاَ هُمْ يُنْصَرُونَ**)"جس دن ان کی مکاری ان کے کچھ کام نہیں آئے گی اور نہ ہی انہیں کوئی مدد مل سکے گی"(الطور:46)۔

2-عذاب کو ٹال دینے کی ذاتی قدرت کی نفی کا صیغہ، جیسے اللہ تعالیٰ کا قول: (**وَيَاقَوْمِ مَنْ يَنصُرُنِي مِنَ اللَّهِ إِنْ طَرَدْتُهُمْ أَفَلاَ تَذَكَّرُونَ**)"اور اے میری قوم! اگر میں ان لوگوں کو دُھتکار دوں تو کون مجھے اللہ (کی پکڑ) سے بچائے گا؟ کیا تم پھر بھی دِھیان نہیں دو گے؟"(ھود:30)۔

3-ظلم کا مقابلہ کرتے ہوئے انتقام لینے کے صیغہ میں (**وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهِ فَأُوْلَئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِنْ سَبِيلٍ**)"اور جو شخص اپنے اوپر ظلم ہونے کے بعد (برابر کا) بدلہ لے تو ایسے لوگوں پر کوئی الزام نہیں ہے"(الشوریٰ:41)۔

4-مدد اور معاونت کے صیغے میں (**مَنْ كَانَ يَظُنُّ أَنْ لَنْ يَنْصُرَهُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ فَلْيَمْدُدْ بِسَبَبٍ إِلَى السَّمَاءِ ثُمَّ لِيَقْطَعْ فَلْيَنْظُرْ هَلْ يُذْهِبَنَّ كَيْدُهُ مَا يَغِيظُ**)"جو شخص یہ سمجھتا تھا کہ اللہ دُنیا اور آخرت میں اس (پیغمبر) کی مدد نہیں کرے گا تو وہ آسمان تک ایک رسّی تان کر رابطہ کاٹ ڈالے، پھر دیکھے کہ کیا اُس کی یہ تدبیر اُس کی جھنجلاہٹ دُور کر سکتی ہے؟"(الحج:15)۔

لُغت میں نصرت کے متعدد معنی کیے جاتے ہیں: مدد اور تائید وغیرہ۔ اصطلاحی طور پر نصر کہتے ہیں؛ایسی دستگیری اور مدد کو جس کے ذریعے دشمن کو مغلوب کیا جائے اور اس پر بالادستی حاصل ہو جائے۔ "النصر" کا لفظ قرآن کریم میں مختلف صیغوں (Patterns) اور مُشتقات (Derivatives) کی صورت میں بہت زیادہ استعمال کیا گیا ہے۔ شرعی لحاظ سے نصرت کا ذکر گیارہ مقامات پر کیا گیا ہے،اور ہر جگہ مختلف معنوں میں آیا ہے،جو آیت کی سیاق وسباق سے متعین ہوتا ہے

یہاں علمائے تفسیر نے نصر اور اعانت کے درمیان فرق بیان کیا ہے کہ نصرت صرف تنازع کرنے والے کے خلاف ہوتی ہے جبکہ اعانت اس کے علاوہ میں بھی استعمال ہوتا ہے یعنی اعانت نصرت کی نسبت عام ہے۔

دوسرا: غلبہ اور فتحیابی: یہی معنی لفظِ اَلنَّصرُ کو سنتے ہی ذہن میں سب سے پہلے آتا ہے مثلاً اللہ تعالیٰ کا قول:(**وَمَا جَعَلَهُ اللَّهُ إِلاَّ بُشْرَى وَلِتَطْمَئِنَّ بِهِ قُلُوبُكُمْ وَمَا النَّصْرُ إِلاَّ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ**) "اور یہ وعدہ اللہ نے کسی اور وجہ سے نہیں، بلکہ صرف اس لیے کیا کہ وہ خوشخبری بنے اور تاکہ تمہارے دلوں کو اطمینان حاصل ہو، ورنہ مدد کسی اور کے پاس سے نہیں، صرف اللہ کے پاس سے آتی ہے"(الانفال:10)۔ان آیات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اَلنَّصرُ صرف اور صرف اللہ ہی کے ساتھ خاص ہے۔

تیسرا: "النصر" سے بنے دوسرے صیغے (Patterns): قرآن میں یہ بہت آئے ہیں، ہم بر سبیل تذکرہ ان میں سے چند کا ذکر کرتے ہیں: فتح، استحکام، ظہور، کامیابی، حق وباطل کے درمیان فرق، نجات اور غلبہ وغیرہ۔

جیسا کہ اُصول الفقہ میں سبب کی تعریف کی گئی ہے کہ یہ وہ امر ہوتا ہے جس کے وجود کے ساتھ کسی دوسری چیز کا وجود اور جس کے عدم کے ساتھ دوسری چیز کا عدم لازم ہو،اس تعریف سے اور پچھلی گزارشات سے ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ نصر کا سبب مکمل اللہ کے ہاتھ میں ہے۔اس کی قیمت یہ رکھی گئی ہے کہ ہم اُس کے دین کی نصرت کریں۔اس کی دو شرطیں ہیں جو ہم آگے بیان کریں گے لیکن پہلے شرط کے معنی سمجھیں۔اُصول الفقہ کے مطابق شرط کی تعریف یہ ہے کہ جس کی غیر

موجودگی سے عدم تو آتا ہے مگر اس کے وجود کے ساتھ یہ لازم نہیں کہ مشروط چیز بھی موجود ہو، یعنی نصر اللہ کی طرف سے ایک عطیہ ہوتی ہے، اب آتے ہیں نصر کی دو شرطوں کی طرف: ایسا ایمان جو انسان کو فرمانبرداری پر آمادہ کرے، اور یہ کہ صرف اللہ تعالیٰ سے ہی مدد مانگی جائے، اور اس کے سامنے سر تسلیم خم کیا جائے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (**وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ رُسُلاً إِلَى قَوْمِهِمْ فَجَاءُوهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ فَانتَقَمْنَا مِنَ الَّذِينَ أَجْرَمُوا وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِينَ**﴿﴾" اور (اے پیغمبر!) ہم نے تم سے پہلے بھی بہت سے پیغمبر اُن کی قوموں کے پاس بھیجے، چنانچہ وہ اُن کے پاس کھلے کھلے دلائل لے کر آئے۔ پھر جنہوں نے جرائم کا ارتکاب کیا تھا، ہم نے اُن سے انتقام لیا، اور ہم نے یہ ذمہ داری لی تھی کہ ایمان والوں کی مدد کریں گے" (الروم: 47)۔

عام معنوں میں مضبوط تیاری اگرچہ پوری اور اکمل نہ ہو، ارشاد باری تعالیٰ ہے: (**وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ وَمِنْ رِبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ وَآخَرِينَ مِنْ دُونِهِمْ لَا تَعْلَمُونَهُمُ اللَّهُ يَعْلَمُهُمْ وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ شَيْءٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يُوَفَّ إِلَيْكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تُظْلَمُونَ**) "اور (مسلمانو!) جس قدر طاقت اور گھوڑوں کی جتنی چھاؤنیاں تم سے بن پڑیں، ان کے مقابلے کے لیے تیار کرو، جن کے ذریعے تم اللہ کے دُشمن اور اپنے (موجودہ) دُشمن پر بھی ہیبت طاری کر سکو، اور ان کے علاوہ دوسروں پر بھی جنہیں ابھی تم نہیں جانتے، (مگر) اللہ انہیں جانتا ہے" (الانفال: 60)۔

نصرت کی کئی قسمیں ہیں جن میں یہ بھی ہیں: وہ مدد کہ جس کا اللہ تعالیٰ نے ہم سے وعدہ کیا ہے، جبکہ ہم اپنے آپ کو اس کا مستحق ثابت کر دیں اور اس کی دونوں شرطیں پوری کریں، یعنی ایمان اور میسّرہ قوت۔ اس کے حصول کے لیے ضروری ہے کہ کسی قسم کی کوتاہی نہ کی جائے، جیسا کہ اُحد میں ہوا تھا جبکہ بعض صحابہؓ سے یہ کوتاہی ہوئی کہ تیراندازوں نے اپنا مورچہ چھوڑ کر

مگر جس نصر کا اللہ تعالیٰ نے ہم سے وعدہ کیا ہے اور رسول کریم ﷺ نے جس کی بشارت دی ہے وہ پہلی قسم کی نصر ہے، یعنی جس کے لیے اپنے آپ کو مستحق ثابت کرنا پڑتا ہے، ہماری دعا ہے کہ وہ جلد از جلد ہو۔ اب ہم یہ بھی بتاتے چلیں کہ آزمائش اور انسانی کوششوں کے ساتھ نصر کا تعلق کیا ہے۔ قرآن سے ثابت شدہ ایک مسلمہ حقیقت یہ بھی ہے کہ بغیر آزمائش کے نصر نہیں ملتی۔ کچھ لوگ کہتے ہیں؛ کیا نصر حاصل کرنے کے لیے ہماری آزمائش ناگزیر ہے؟ جی ہاں! اللہ تعالیٰ کی سنت کا تقاضا یہ ہے کہ اس کے لیے شدائد و مصائب جھیلنا ضروری ہے، یہ آزمائش وامتحان اس حد تک ہو جس پر انسانی قوت وطاقت اور وسعت کی انتہا ہو جائے، ایسے ہی وقت میں تمام ظاہری ومادی اسباب سے مایوس ہو کر نصر کے کرشموں کا ظہور ہوتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے حکم کی مخالفت کی تھی۔ اسی طرح حنین کے دن اپنی کثرت کو دیکھ کر ان کو غرور ہوا جو ایک قسم کا مخفی شرک تھا۔ نصرت کی ایک قسم تفضیلی ہے، یہ الہیٰ حکمت ہوتی ہے جس کا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ ایک کو دوسرے پر غلبہ دلایا جائے، اس کی مثال: (**غُلِبَتِ الرُّومُ ٢ فِي أَدْنَى الْأَرْضِ وَهُم مِّن بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُونَ ٣ فِي بِضْعِ سِنِينَ ۗ لِلَّهِ الْأَمْرُ مِن قَبْلُ وَمِن بَعْدُ ۚ وَيَوْمَئِذٍ يَفْرَحُ الْمُؤْمِنُونَ ٤** ﴿﴾" رومی قریب کی سرزمین میں مغلوب ہوگئے ہیں، اور وہ اپنے مغلوب ہونے کے بعد عنقریب غالب آجائیں گے۔ چند ہی سالوں میں! سارا اختیار اللہ ہی کا ہے، پہلے بھی اور بعد میں بھی۔ اور اُس دن ایمان والے اللہ کی دی ہوئی فتح سے خوش ہوں گے" (الروم: 4-2)۔

ایک قسم مبدأ پر نصرت ہے، وہ یہ کہ انسان کو مبدأ پر موت آئے، ایسا انسان اللہ کی طرف سے منصور ہوتا ہے، اس کی مثال اصحاب الاُخدود ہیں، ان سب کو قتل تو کیا گیا اور ان کو موت آئی مگر ان کو مبدئی نصر حاصل ہوا، کیونکہ وہ اپنے ایمان پر ثابت قدم رہے۔

یہ نصرت کے اقسام وانواع ہیں مگر جس نصر کا اللہ تعالیٰ نے ہم سے وعدہ کیا ہے اور رسول کریم ﷺ نے جس کی بشارت دی ہے وہ پہلی قسم کی نصر ہے، یعنی جس کے لیے اپنے آپ کو مستحق ثابت کرنا پڑتا ہے، ہماری دعا ہے کہ وہ جلد از جلد ہو۔ اب ہم یہ بھی بتاتے چلیں کہ آزمائش اور انسانی کوششوں کے ساتھ نصر کا تعلق کیا ہے۔ قرآن سے ثابت شدہ ایک مسلمہ حقیقت یہ بھی ہے کہ بغیر آزمائش کے نصر نہیں ملتی۔ کچھ لوگ کہتے ہیں؛ کیا نصر حاصل کرنے کے لیے ہماری آزمائش ناگزیر ہے؟ جی ہاں! اللہ تعالیٰ کی سنت کا تقاضا یہ ہے کہ اس کے لیے شدائد و مصائب جھیلنا ضروری ہے، یہ آزمائش وامتحان اس حد تک ہو جس پر انسانی قوت و طاقت اور وسعت کی انتہا ہو جائے، ایسے ہی وقت میں تمام ظاہری و مادی اسباب سے مایوس ہو کر نصر کے کرشموں کا ظہور ہوتا ہے۔ (**أَمْ حَسِبْتُمْ أَن تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَأْتِكُم مَّثَلُ الَّذِينَ خَلَوْا مِن قَبْلِكُم ۖ مَّسَّتْهُمُ الْبَأْسَاءُ**

وَٱلضَّرَّآءُ وَزُلۡزِلُواْ حَتَّىٰ يَقُولَ ٱلرَّسُولُ وَٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ مَعَهُۥ مَتَىٰ نَصۡرُ ٱللَّهِۗ أَلَآ إِنَّ نَصۡرَ ٱللَّهِ قَرِيبٌ) "کیاتم یہ خیال کرتے ہو کہ (یوں ہی) بہشت میں داخل ہو جاؤ گے اور ابھی تم کو پہلے لوگوں کی سی (مشکلیں) تو پیش آئی ہی نہیں۔ان کو (بڑی بڑی) سختیاں اور تکلیفیں پہنچیں اور وہ (صعوبتوں میں) ہلا ہلا دیئے گئے۔یہاں تک کہ پیغمبر اور مومن لوگ جو ان کے ساتھ تھے سب پکار اٹھے کہ کب اللہ کی مدد آئے گی۔دیکھو اللہ کی مدد (عن) قریب (آیا چاہتی) ہے"(البقرۃ:214)۔

اگر یہ نہ ہوتا کہ اللہ تعالی باطل کو حق کے ذریعے مٹاتا ہے، اور اس کا قلع قمع کر دیتا ہے، تو اہلِ باطل اور مفسد لوگوں کو غلبہ حاصل ہو جائے، یوں نیک لوگوں کی زندگیاں اجیرن ہو جائیں گی اور زمین فساد سے بھر جائے۔یہی وجہ ہے کہ نصر آنے سے پہلے رسہ کشی کی صورتحال نظر آتی ہے، یعنی حق اور باطل کے مابین کشمکش برپا ہوتی ہے اور اس میں شدت آتی جاتی ہے اور بالآخر اللہ عزوجل اپنے نصر کو شامل حال کر کے حق والوں کو اپنی تائید سے نوازتے ہیں۔یہ تائید اپنے قول سے بھی فرماتے ہیں، اور عملی طور پر بھی کہ واقع میں نصر آجاتی ہے اور نتیجہ کے لحاظ سے بھی غلبہ اہل حق کو حاصل ہو جاتا ہے۔ارشاد باری تعالی ہے: (ٱلَّذِينَ أُخۡرِجُواْ مِن دِيَٰرِهِم بِغَيۡرِ حَقٍّ إِلَّآ أَن يَقُولُواْ رَبُّنَا ٱللَّهُۗ وَلَوۡلَا دَفۡعُ ٱللَّهِ ٱلنَّاسَ بَعۡضَهُم بِبَعۡضٖ لَّهُدِّمَتۡ صَوَٰمِعُ وَبِيَعٞ وَصَلَوَٰتٞ وَمَسَٰجِدُ يُذۡكَرُ فِيهَا ٱسۡمُ ٱللَّهِ كَثِيرٗاۗ وَلَيَنصُرَنَّ ٱللَّهُ مَن يَنصُرُهُۥٓۚ إِنَّ ٱللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ) "یہ وہ لوگ ہیں جنہیں صرف اتنی بات پر اپنے گھروں سے ناحق نکالا گیا ہے کہ انہوں نے یہ کہا تھا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے۔اور اگر اللہ لوگوں کے ایک گروہ (کے شر) کو دوسرے کے ذریعے دفع نہ کرتا رہتا تو خانقاہیں اور کلیسا اور عبادت گاہیں اور مسجدیں جن میں اللہ کا کثرت سے ذکر کیا جاتا ہے، سب مسمار کر دی جاتیں "(الحج:40)۔آج کل مسلمانوں میں رائج بعض غلط تصورات سے ان کے ہاں توکل کے متعلق غلط تصور نے جنم لیا۔اس کی وجہ اس دین سے ان کی ناواقفیت ہے جو انسانی زندگی کے لیے ایک خدائی منہج کے طور پر عطا کیا گیا ہے۔اس لیے یہ لازم ہے کہ مادی دائرہ کار میں انسانی جدجہد کو بروئے کار لایا جائے، نیز

اللہ تعالی باطل کو حق کے ذریعے مٹاتا ہے، اور اس کا قلع قمع کر دیتا ہے، تو اہلِ باطل اور مفسد لوگوں کو غلبہ حاصل ہو جائے، یوں نیک لوگوں کی زندگیاں اجیرن ہو جائیں گی اور زمین فساد سے بھر جائے۔یہی وجہ ہے کہ نصر آنے سے پہلے رسہ کشی کی صورتحال نظر آتی ہے، یعنی حق اور باطل کے مابین کشمکش برپا ہوتی ہے اور اس میں شدت آتی جاتی ہے اور بالآخر اللہ عزوجل اپنے نصر کو شامل حال کر کے حق والوں کو اپنی تائید سے نوازتے ہیں۔یہ تائید اپنے قول سے بھی فرماتے ہیں، اور عملی طور پر بھی کہ واقع میں نصر آجاتی ہے اور نتیجہ کے لحاظ سے بھی غلبہ اہل حق کو حاصل ہو جاتا ہے۔

انسانوں میں سے ایک جماعت اس دین کو لے کر اٹھے، وہ جماعت ایسی ہو جو اس پر کامل ایمان رکھتی ہو، اس کے لیے آزمائشیں سہہ لے، صبر آزما حالات سے گزرے، تاکہ اس دین پر انہیں استقامت ملے، پھر دوسروں کے دلوں میں اس کو راسخ کرنے کے لیے بھرپور جدوجہد کریں، یوں اس دین کو مضبوطی سے تھام کر پہلے اپنے آپ پر غلبہ حاصل کریں، گویا یہ جماعت سب سے پہلے اپنے آپ میں تبدیلی لے آتی ہے، پھر نصر آتی ہے اور اللہ کی طرف سے حالات کو بدل دیا جاتا ہے جیسے اللہ تعالی نے فرمایا: (إِنَّ ٱللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوۡمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُواْ مَا بِأَنفُسِهِمۡۗ) "یقین جانو کہ اللہ کسی قوم کی حالت اُس وقت تک نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنے حالات میں تبدیلی نہ لے آئے "(الرعد:11)۔

اسی طرح یہ بھی سمجھنا چاہیے کہ نصر کے موانع (روکنے والے) بھی ہوتے ہیں۔اُصول الفقہ کی اصطلاح میں مانع وہ ہوتا ہے جس کے وجود سے کسی چیز کا عدم لازم آتا ہو، اس کی عدم موجودگی پر نہ تو کسی چیز کا وجود مرتب ہوتا ہے نہ عدم، بطور مثال:

1- تنازع اور تفرقہ، اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

(وَأَطِيعُواْ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ وَلَا تَنَٰزَعُواْ فَتَفۡشَلُواْ وَتَذۡهَبَ رِيحُكُمۡۖ وَٱصۡبِرُوٓاْ إِنَّ ٱللَّهَ مَعَ ٱلصَّٰبِرِينَ)"اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم پر چلو اور آپس میں جھگڑا نہ کرنا کہ (ایسا کرو گے تو) تم بزدل ہو جاؤ گے اور تمہارا اقبال جاتا رہے گا اور صبر سے کام لو کہ اللہ صبر کرنے والوں کا مددگار ہے "(الانفال:46) ۔ یہاں تنازع سے مراد ایسا اختلاف ہے جو قوت حاصل ہونے کے بعد اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والوں کے دلوں میں داخل ہو جاتا ہے۔

2- معصیت (گناہ) اور اوامر کی مخالفت: یہاں معصیت سے مراد اللہ تعالی کے احکامات سے روگردانی ہے اور اوامر کی مخالفت سے مراد قیادت کے حکم کی مخالفت ہے، قیادت کی مخالفت ایسے احکامات میں جو اللہ کی ناراضگی پر مبنی نہ ہوں، یا اس صورت میں کہ جب

قائدین مال ومتاع اور عہدہ ومنصب وغیرہ جیسے وقتی مفاد کے پیچھے نہ پڑے ہوں۔

3- غیر اللہ کے ساتھ وفاداری، اور اس کے راستے کے علاوہ دوسرے راستے پر چلنا: تو اگر ہم چاہتے ہیں کہ اللہ ہماری نصرت فرمائیں تو ہم پر یہ لازم ہے کہ ہم غیر اللہ کے ساتھ وفاداری نہ کریں اور اس کے راستے کو چھوڑ کر کسی دوسرے راستے پر نہ چلیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (**يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ لَا تَتَّخِذُواْ بِطَانَةً مِّن دُونِكُمْ لَا يَأْلُونَكُمْ خَبَالًا وَدُّواْ مَا عَنِتُّمْ قَدْ بَدَتِ ٱلْبَغْضَآءُ مِنْ أَفْوَٰهِهِمْ وَمَا تُخْفِي صُدُورُهُمْ أَكْبَرُ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ ٱلْءَايَٰتِ إِن كُنتُمْ تَعْقِلُونَ**)

"اے ایمان والو! اپنے سے باہر کے کسی شخص کو راز دار نہ بناؤ، یہ لوگ تمہاری بدخواہی میں کوئی کسر اُٹھا نہیں رکھتے۔ ان کی دلی خواہش یہ ہے کہ تم تکلیف اُٹھاؤ۔ بغض ان کے منہ سے ظاہر ہو چکا ہے اور جو کچھ (عداوت) ان کے سینے چھپائے ہوئے ہیں وہ کہیں زیادہ ہے۔ ہم نے پتے کی باتیں تمہیں کھول کھول کر بتادی ہیں، بشرطیکہ تم سمجھ سے کام لو" (آل عمران: 118)۔ اور اس کے علاوہ دیگر موانع بھی ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے اس تمام تردوری کے باوجود لوگ کہتے ہیں کہ اللہ کی وعدہ کردہ نصرت کہاں ہے؟ مگر جو لوگ حقیقی طور پر عمل میں جتے ہوئے ہوتے ہیں اور اسلامی زندگی کی از سر نو واپسی کے لیے اپنے تن من دھن کی بازی لگاتے ہیں، ان کو تو نصرت ملنی چاہیے؟ بات یہ ہے کہ کبھی ان کو نصرت ملنے میں تاخیر واقع ہو جاتی ہے، یہ اس لیے کہ نصرت اچانک نہیں آتی، یہ ربانی سنت اور الٰہی قانون کے تابع ہے، اگر اس میں کوئی تاخیر ہو رہی ہو تو ضرور اللہ سبحانہ کی کوئی حکمت کار فرما ہوتی ہے، جس کی ایک صورت تو یہ ہے کہ: امت ابھی نصرت کی کسوٹی پر پوری نہیں اترتی، تو اگر نصرت دی جائے، تو کہیں وہ اس کی حفاظت نہ کر پائے۔

(1) یا امت پر ابھی تک یہ بات واضح نہیں ہوئی ہے کہ دنیا کی تمام طاقتیں اکٹھی ہو کر بھی اللہ کے بغیر اس کی مدد نہیں کر سکتیں۔

ایک مرتبہ حضرت خبابؓ نے آپ ﷺ سے شکایت کی: آپ ہمارے لیے مدد کیوں نہیں طلب فرماتے۔ ہمارے لیے اللہ سے دعا کیوں نہیں مانگتے؟ (ہم کافروں کی ایذا ہی سے تنگ آ چکے ہیں) آپ ﷺ نے فرمایا: " (ایمان لانے کی سزا میں) تم سے پہلی امتوں کے لوگوں کے لیے گڑھا کھودا جاتا اور انہیں اس میں ڈال دیا جاتا۔ پھر ان کے سر پر آرا رکھ کر ان کے دو ٹکڑے کر دیے جاتے پھر بھی وہ اپنے دین سے نہ پھرتے۔ لوہے کے کنگھے ان کے گوشت میں دھنسا کر ان کی ہڈیوں اور پٹھوں پر پھیرے جاتے پھر بھی وہ اپنا ایمان نہ چھوڑتے۔ اللہ کی قسم یہ امر (اسلام) بھی کمال کو پہنچے گا اور ایک زمانہ آئے گا کہ ایک سوار مقام صنعاء سے حضر موت تک سفر کرے گا (لیکن راستوں کے پُر امن ہونے کی وجہ سے) اسے اللہ کے سوا اور کسی کا ڈر نہیں ہوگا۔ یا صرف بھیڑیے کا خوف ہوگا کہ کہیں اس کی بکریوں کو نہ کھا جائے لیکن تم لوگ جلدی کرتے ہو"۔

(2) یا پھر امت کو یہ یقین حاصل نہیں ہوا کہ نصر آنے کے بعد اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کا مضبوط تعلق ہی اس کی استقامت کی واحد ضمانت ہے۔

(3) یا تاخیر اس لیے ہو رہی ہو تاکہ ہمارے سامنے ہر چھوٹا اور دغا باز بے نقاب ہو جائے، اور باطل کے پیرو کار ہر طرح سے ننگے ہو کر رہ جائیں۔

جہاں تک نصر جلد از جلد آنے کی خواہش کی بات ہے تو یہ کوئی عیب نہیں، کوئی حرام عمل نہیں، کیونکہ انسان کی خمیر ہی جلدی و عجلت سے اُٹھا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (**وَيَدْعُ ٱلْإِنسَٰنُ بِٱلشَّرِّ دُعَآءَهُۥ بِٱلْخَيْرِ ۖ وَكَانَ ٱلْإِنسَٰنُ عَجُولًا**) "اور انسان برائی اس طرح مانگتا ہے جیسے اُسے بھلائی مانگنی چاہیے اور انسان بڑا جلد باز واقع ہوا ہے" (الاسراء: 11)۔

آنحضرت ﷺ کے صحابہؓ نے ایک مرتبہ مطالبہ کیا کہ آپ ﷺ ہمارے لیے اللہ تعالیٰ سے نصرت کی دعا مانگیں، آپ ﷺ نے ان سے صبر واستقامت کا مطالبہ کیا۔ ایک مرتبہ حضرت خبابؓ نے آپ ﷺ سے شکایت کی۔ وہ فرماتے ہیں: ہم نے آپ ﷺ سے شکایت کی، آپ ﷺ خانہ کعبہ کے سائے میں اپنی چادر مبارک پر ٹیک لگائے ہوئے تھے، ہم نے عرض کیا: آپ ہمارے لیے مدد کیوں نہیں طلب فرماتے۔ ہمارے لیے اللہ سے دعا کیوں نہیں مانگتے؟ (ہم کافروں کی ایذا ہی سے تنگ آ چکے ہیں) آپ ﷺ نے فرمایا: ((**كَانَ الرَّجُلُ فِيمَنْ قَبْلَكُمْ يُحْفَرُ لَهُ فِي الأَرْضِ فَيُجْعَلُ فِيهِ، فَيُجَاءُ بِالْمِنْشَارِ فَيُوضَعُ عَلَى رَأْسِهِ فَيُشَقُّ بِاثْنَتَيْنِ وَمَا يَصُدُّهُ ذَلِكَ عَنْ دِينِهِ، وَيُمْشَطُ بِأَمْشَاطِ الحَدِيدِ مَا دُونَ لَحْمِهِ مِنْ عَظْمٍ أَوْ عَصَبٍ وَمَا يَصُدُّهُ ذَلِكَ عَنْ دِينِهِ، وَاللَّهِ لَيَتِمَّنَّ هَذَا الأَمْرَ، حَتَّى يَسِيرَ الرَّاكِبُ مِنْ صَنْعَاءَ إِلَى حَضْرَمَوْتَ لاَ يَخَافُ إِلَّا اللَّهَ أَوِ الذِّئْبَ عَلَى غَنَمِهِ،**

وَلَكِنَّكُمْ تَسْتَعْجِلُونَ)) "(ایمان لانے کی سزا میں) تم سے پہلی امتوں کے لوگوں کے لیے گڑھا کھودا جاتا اور انہیں اس میں ڈال دیا جاتا۔ پھر ان کے سر پر آرا رکھ کر ان کے دو ٹکڑے کر دیے جاتے پھر بھی وہ اپنے دین سے نہ پھرتے۔ لوہے کے کنگھے ان کے گوشت میں دھنسا کر ان کی ہڈیوں اور پٹھوں پر پھیرے جاتے پھر بھی وہ اپنا ایمان نہ چھوڑتے۔ اللہ کی قسم یہ امر (اسلام) بھی کمال کو پہنچے گا اور ایک زمانہ آئے گا کہ ایک سوار مقام صنعاء سے حضر موت تک سفر کرے گا (لیکن راستوں کے پُرامن ہونے کی وجہ سے) اسے اللہ کے سوا اور کسی کا ڈر نہیں ہو گا۔ یا صرف بھیڑیے کا خوف ہو گا کہ کہیں اس کی بکریوں کو نہ کھا جائے لیکن تم لوگ جلدی کرتے ہو"۔ اس وضاحت کے بعد ہم کہتے ہیں: جی ہاں اللہ تعالیٰ کی نصرت لازماً آئے گی، لیکن یہ اس وقت ہو گا جب ہم اس کی شرائط پوری کر لیں گے۔ تبدیلی انسانوں کے ہاں سے شروع ہو گی، کہ ہم میں سے ہر ایک شخص اپنے کندھوں پر اس جماعت میں ہونے کی ذمہ داریاں اٹھائے جو کامل خلوص کے ساتھ اللہ کے دین کی طرف دعوت دے کر بلاتی ہے، اپنے گناہوں کے بوجھ کو اس طرح ہلکا کر دے کہ وہ کام کرنے والوں کے ساتھ کام میں لگ جائے، اور اس میں اپنی آخری کوششوں کو بروئے کار لائے۔ بالخصوص جبکہ ان دنوں بہت سے جھوٹے چہروں اور بے معنی قسم کے کھوکھلے نعروں کی حقیقت بے نقاب ہو چکی ہے اور صرف تھوڑی سی تعداد ہے جو میدان میں کھڑی ہے۔ میرے بھائی! تھوڑی سی محنت کر کے آپ اس جماعت کو پا سکتے ہیں جس کے پاس ایک واضح پروگرام ہے، جس نے اپنا آئیڈیالوجیکل مقصد کو متعین کیا ہے، جو اللہ کی کتاب اور اس کے پیارے رسول ﷺ کی سنت سے سر مو انحراف نہیں کرتی۔ ہو سکتا ہے کہ اللہ کے طرف سے آپ کے بارے میں بھی خیر کے فیصلے ہو جائیں اور دل و دماغ روشن ہوں، آپ سے کوشش کا مطالبہ ہی تو کیا گیا ہے اور یہ کہ تبدیلی کے لیے اجتماعی کوششوں میں شامل ہوں، ایسا کام کر کے آپ بری الذمہ ہو سکتے ہیں اور اللہ تعالیٰ انسان کے ارادے پر اس کی مدد کرتا ہے۔

ختم شد

بقیہ صفحہ 1 سے

نے مغلوں کی اسلامی حکومت کے خاتمے کے بعد نافذ کیا تھا۔ پاکستان کبھی بھی معاشی گرداب سے نہیں نکل سکتا جب تک وہ سرمایہ دارانہ معاشی نظام ترک نہ کر دے اور اسلام کے نظام کو ایک بار پھر نافذ کر دے۔ یہ اسلام ہی ہے جس نے برصغیر پاک و ہند میں 800 سال تک اسلام کے معاشی نظام کے نفاذ کے ذریعے معاشی خوشحالی کا دور برقرار رکھا اور یہ خطہ صنعت اور زراعت میں دنیا کا صف اول کا خطہ بن گیا۔ اس خطے کا جی ڈی پی (کل ملکی پیداوار) ایک وقت دنیا کے کل جی ڈی پی کا 23 فیصد تک پہنچ گیا تھا۔ اس کا ملکی خزانہ اس قدر دولت سے بھرا ہوا تھا کہ لوگوں کو مفت تعلیم اور طبّی سہولیات فراہم کی جاتی تھیں۔ اس کی دولت اس قدر زیادہ تھی کہ اس کی کہانیاں سُن کر مغربی یورپ کے غریب ممالک سے لوگ یہاں آتے تھے تاکہ اس سے تجارت کر کے اپنی معاشی حالت کو بدل سکیں۔

استعماریت اور سرمایہ داریت کا وقت ختم ہو چکا ہے۔ اب پاکستان کے مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ اسلام کے نظام یعنی نبوت کے طریقے پر خلافت، کی طرف لوٹ جائیں جو ان کی معاشی خوشحالی کو یقینی بنائے گی۔

ختم شد

بقیہ صفحہ 13 سے

فراہم کرے گا کہ وہ ایک منصف معاشرے میں، ایسے حکمران کے تحت زندگی گزاریں جس میں وہ اس دنیا سے بھی لطف اندوز ہو سکیں اور یہی معاشرہ، ان کے لیے اللہ کی رحمت کے سائے میں، آخرت کا اجر و ثواب حاصل کرنے میں بھی مددگار ہو۔ اللہ کے رسول محمد ﷺ نے فرمایا:

ما من اميريلى امور المسلمين ثم لا يجهد لهم وينصح لهم الا لم يدخل معهم الجنة

"ایسا حکمران جسے مسلمانوں کے معاملات میں اختیار حاصل ہو اور وہ حد درجہ جاں فشانی سے ان کی بہتری کے لیے کوشش نہیں کرتا اور اخلاص کے ساتھ ان کی خدمت و خیر خواہی نہیں کرتا تو وہ ہرگز ان کے ساتھ جنت میں داخل نہیں ہو گا" (مسلم)

اخلاق جہاں
مرکزی میڈیا آفس
حزب التحریر
ختم شد

مقبوضہ کشمیر پر ہندو ریاست کی جانب سے طاقت کے زور پر قبضہ کیا گیا اور اس کو آزاد بھی صرف افواج پاکستان کی طاقت اور جہاد کے ذریعے ہی کرایا جاسکتا ہے

پریس نوٹ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

27 ستمبر 2018 الجزیرہ ٹی وی کو پاکستان کے وزیر خارجہ شاہ محمود قریشی کی جانب سے دیے گئے انٹرویو کے بعد پچھلے کچھ دنوں میں ایک بحث چل نکلی ہے۔ اس انٹرویو میں وزیر خارجہ نے کشمیر کے مسئلے کے حوالے سے کہا، "جنگ کوئی حل (آپشن) نہیں ہے۔ اس مسئلے کا کوئی فوجی حل نہیں ہے۔ صرف بات چیت ہی حل ہے۔" حالیہ چند ہفتوں میں امریکہ کے حکم اور حوصلہ افزائی پر پاکستان کے غدار حکمرانوں نے مسئلہ کشمیر سے غداری پر مبنی حل کو نافذ کرنے کے لئے پاکستان میں رائے عامہ کی تیاری کی مہم میں اضافہ کر دیا ہے۔ اس مہم کے ذریعہ غلط تاثر پاکستان کے مسلمانوں کو دیا جا رہا ہے کہ پاکستان کی ریاست مقبوضہ کشمیر کو ہندو قبضے کے شکنجے سے چھڑانے کی طاقت اور صلاحیت نہیں رکھتی۔ یقیناً اس مہم کے ذریعے پاکستان کی سیاسی و فوجی قیادت نے مغربی افکار اور مغرب کی جانب سے ہمارے مسائل کے لیے پیش کیے جانے والے حل سے اپنی وفاداری کو ثابت کر دیا ہے، وہ افکار اور حل جو مغرب ان حکمرانوں کو ہمارے سروں پر مسلط کرنے کے لے دیتا ہے۔ یہ حکمران طوطے کی طرح اپنے مغربی آقاوں کے پیش کردہ حل ہمارے سامنے دہرانا شروع کر دیتے ہیں اور کشمیر کی وادی کے مظلوم مسلمانوں کی مدد کرنے کی زمے داری سے غفلت برتنے پر بہانے اور توجیہات پیش کرتے ہیں جبکہ وادی کے مسلمان انتہائی محدود وسائل کے باوجود ہندو قبضے کے خلاف سیاسی و عسکری جدوجہد کر رہے ہیں اور اس جدوجہد میں برہان وانی کی شہادت کے بعد زبردست اضافہ ہو گیا۔

پاکستان کے حکمران کشمیری مزاحمت کو ہتھیار فراہم کرنے سے انکاری ہیں جو کہ سات دہائیوں کے قبضے کے باوجود اتنی وسعت اور طاقت حاصل کر چکی ہے کہ قابض ہندو افواج اس کی وجہ سے شدید پریشانی کا شکار ہیں۔ یہ حکمران کشمیر کی مزاحمتی تحریک کو ہتھیار اس لیے فراہم نہیں کرتے کیونکہ یہ امریکا کے احکامات پر چلتے ہیں جس نے اس مزاحمت کو "دہشت گردی" قرار دیا ہوا ہے۔ یہ حکمران اس بات سے خوفزدہ ہیں کہ "بین الاقوامی برادری" برادری ناراض نہ ہو جائے جس کو کشمیر کے مسئلے کو حل کرنے کے حوالے سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ "بین الاقوامی برادری" کی کشمیر کے مسئلے کے عدم دلچسپی کا واضع ثبوت یہ ہے کہ اقوام متحدہ کی سیکورٹی کونسل کی جانب سے کشمیر کے مسئلے کے حل کے لیے منظور ہونے والے قرار دادیں اقوام متحدہ کے باب چارٹ کے باب 6 کے تحت منظور کی گئی ہے جن پر عمل درامد سیکورٹی کونسل پر لازم نہیں۔ جن معملات پر سیکورٹی کونسل حملہ کرنے کے لئے سنجیدہ ہوتی ہے تو ان کے حوالے سے قراردوں کو اقوام متحدہ کے باب 7 کے تحت منظور کرتی ہے۔ کیونکہ باب 7 کے تحت قراردوں پر عمل درآمد لازم ہوتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود پاکستان کے حکمران مسئلے کشمیر کے حل کے لئے نمائشی قراردادوں کو ایسے پیش کرتے ہیں جیسے یہ اس مسئلے کو حل کرانے کی طاقت رکھتیں ہیں۔ درحقیقت ان قراردادوں کی وقت ردی کے کاغذ سے زیادہ نہیں، اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا:

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ أَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيْدُوْنَ أَنْ يَّتَحَاكَمُوْا إِلَى الطَّاغُوْتِ وَقَدْ أُمِرُوْا أَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ ۭ وَيُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ أَنْ يُّضِلَّهُمْ ضَلٰلًا بَعِيْدًا "کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو دعویٰ تو یہ کرتے ہیں کہ جو (کتاب) تم پر نازل ہوئی اور جو (کتابیں) تم سے پہلے نازل ہوئیں ان سب پر ایمان رکھتے ہیں کہ اپنا مقدمہ ایک سرکش (طاغوت) کے پاس لے جا کر فیصلہ کرائیں حالانکہ ان کے حکم دیا گیا تھا کہ اس سے عتقاد نہ رکھیں اور شطان (تو یہ) چہتا ہے کہ ان کو بہکا کر راستے سے دور ڈال دے (النسا:60)

جنگ پاکستان کی حکمرانی اشرافیہ کے لیے کوئی حل (آپشن) نہیں ہو سکتا اس لیے کہ انہوں نے ویسٹ فلیا کے قومی ریاست کو دل سے لگا رکھا ہے جو انہیں اس بات پر مجبور کرتا ہے کہ وہ مقبوضہ کشمیر پر ہونے والے مظالم پر آنکھیں بند کر لی کیونکہ مقبوضہ کشمیر برطانی استعمار کی جانب سے بنائی گئی سرحد کے دوسری جانب واقع ہے۔ ہم یہ سوال کرتے ہیں کہ سری نگر لاہور ہوتا یا لاہور سری نگر ہوتا تو کیا پھر بھی جنگ کوئی حل یا آپشن نہیں ہوتا؟ کیا کشمیر کے مسلمانوں کی عزت و حرمت کی ماپالی اس لیے قابل قبول ہے کیونکہ وہ سرحد کی دوسری جانب رہتے ہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، **مَا مِنْ امْرِئٍ يَخْذُلُ امْرَأً مُسْلِمًا فِي مَوْضِعٍ تُنْتَهَكُ فِيهِ حُرْمَتُهُ وَيُنْتَقَصُ فِيهِ مِنْ عِرْضِهِ إِلَّا خَذَلَهُ اللَّهُ فِي مَوْطِنٍ يُحِبُّ فِيهِ نُصْرَتَهُ وَمَا مِنْ امْرِئٍ يَنْصُرُ مُسْلِمًا فِي مَوْضِعٍ يُنْتَقَصُ فِيهِ مِنْ عِرْضِهِ وَيُنْتَهَكُ فِيهِ مِنْ حُرْمَتِهِ إِلَّا نَصَرَهُ اللَّهُ فِي مَوْطِنٍ يُحِبُّ نُصْرَتَهُ** "کوئی مسلمان کسی مسلمان کو اُس جگہ تنہا نہیں چھوڑتا جہاں اس کی حرمت کو ماپال اور اس کہ عزت پر حملہ کیا جائے سوائے اس کے کہ اللہ اسے اس جگہ تنہا چھوڑ دے جہاں اسے مدد کی ضرورت ہو؛ اور جو مسلمان کسی مسلمان کی جگہ مدد کرے جہاں اس کہ حرمت اور اس کی عزت پر حملہ کیا جائے تو اللہ اس کی اس جگہ مدد فرماتے ہیں جہاں اسے مدد ضرورت ہوتی ہے" (ابوداود)

مقبوضہ کشمیر کی آزادی کے لیے جنگ پاکستان کی حکمران اشرافیہ کہ لیے کوئی حل یا آپشن نہیں لیکن اگر بات خطے میں نام نہاد دہشت گردی کے خلاف جنگ اور افغانستان میں امریکی قبضے برقرار رکھنے کے امریکی مفادات کو حاصل کرنے کی آجائے تو ان حکمرانوں کے لیے جنگ ایک حل اور آپشن ہے۔ پھر ہمارے ٹینک، لڑاکا طیارے اور توپ خانے حرکت میں آجاتے ہیں اور ہمارے فوجیوں کا خون فتنے کی جنگ کو جاری رکھنے ک لیے ایندھن کے طور پر استعمال ہوتا ہے جبکہ یہ سب کچھ پاکستان اور اس کے مفادات کے لیے شدید نقصان دہ ہے۔

باجوہ، عمران حکومت ہندو ریاست کے ساتھ "نارملائزیشن" کے نتیجے میں ماشی خوشحالی کے جھوٹے خواب دیکھا کر عوام کو گمرہ کر رہی ہے۔ یہ حکمران ہمیں اس بات کی دعوات دے رہی ہے کہ ہم معاشی فوائد کے لیے کشمیر کے مسلمانوں کے خون کا سودا کر لے۔ یہ دلیل پیش کر کے پاکستان کے مسلمانوں کی توہین کی ہے جنھوں نے بار بار اسلامی عقیدے سے اپنے والہانہ محبت اور لگاؤ اور اللہ سبحانہ وتعالی اور اس کے رسول ﷺ سے اطاعت کا مظاہرہ کیا ہے اور جو دنیاوی مفاد کے مقابلے میں مسلم اخوت اور بھائی چارے کو فوقیت دیتے ہیں۔ ہندو ریاست کو "نارملائزیشن" کی دعوت دے کر یہ حکومت ہمارے آباواجداد زہانت اور جدوجہد کی توہین کر رہی ہے جنھوں نے ظالم ہندو کی حکمرانی میں رہنے سے مسترد کر دیا تھا اور مسلمانوں ک لیے الگ مملکت کا مطالبہ کیا تھا۔

معاشی خوشحالی کا دعویٰ ایک سراب ہے۔ یورپی یونین جو کہ یورپی اقوام پر مشتمل ایک معاشی یونین ہے جن ک درمیان عیسائی اور یہودی تہذیب اور سرمایہ داریت کے افکار مشترک ہیں لیکن اس کے با وجود آج یہ یونین زوال پزیر ہیں، تو پھر یہ ہم کیسے تصور کر سکتے ہیں کہ ہندو ریاست جو کفر کی بنیاد پر حکمرانی پر قائم ہے وہ پاکستان کے لوگوں کے ساتھ امن کے ساتھ رہے جبکہ پاکستان کے مسلمان امن کے ساتھ زندگی گزارنا چاہتے ہیں؟ اس خطے میں امن و خوشحالی صرف اور صرف اس صورت میں آئے گی جب ایک بار پھر برصغیر اسلام کی بالادستی کو بحال کر دیا جائے جیسا کہ صدیوں تک اس سے پہلے صورتحال رہی تھی

اے پاکستان کے مسلمانوں! "تبدیلی کے نام پر آنے والے حکمران کسی بھی طرح پچھلے حکمرانوں سے مختلف نہیں اور ہندو ریاست کے سامنے جھکنے میں انہی کی طرح کوئی شرم محسوس نہیں کرتے، آپ فوراً حرکت میں آئیں اور پاکستان میں نبوت طریقے پر خلافت قیام کی جدوجہد کا حصہ بن جایے جو حقیقی تبدیلی میں ضامن ہے۔ مسلمانوں کی خلافت امن ک حوالے سے کے تصور کو نافض کرے گی جس ک لیے ضروری ہے کہ طاقت و انصاف پسند امت کے ہاتھ میں ہو جو اس خطے اور دنے دنیا پر اسلام کے قوانین کے تحت دنیا پر حکمرانی کرے۔ یقیناً بر صغیر امن اور خوشحالی کے اس تصور سے اجنبی نہیں ہے کیونکہ صدیوں تک اس پر اسلام کے تحت حکمرانی کی گی ہے۔ مسلمانوں کی خلافت بین الاقوامی اداروں اور ویسٹ فیلیا کے قومی ریاست کے تصور کو رد کرتے ہوئے آپ کی

بقیہ صفحہ 33 پر

خبر پر تبصرہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خبر: باخبر ذرائع نے 30 ستمبر 2018 کو ڈان کو بتایا کہ پیر کے روز آئی ایس آئی کے سربراہ لیفٹیننٹ جنرل نوید مختار سمیت پانچ تھری اسٹار جرنلز ریٹائر ہو رہے ہیں۔ آئی ایس آئی کے ڈائریکٹر جنرل لیفٹیننٹ جنرل نوید مختار کے علاوہ باقی افسران جو یکم اکتوبر کو ریٹائر ہو رہے ہیں ان کے نام یہ ہیں : پشاور کے کور کمانڈر لیفٹیننٹ جنرل نذیر احمد بٹ، کمانڈر آف آرمیز اسٹریٹیجک فورسز لیفٹیننٹ جنرل میاں محمد ہلال حسین، جنرل ہیڈکوارٹر(جی ایچ کیو) میں ملٹری سیکریٹری لیفٹیننٹ جنرل گوہر محمود اور انسپکٹر جنرل آف ٹریننگ اینڈ ایوالیوشن جی ایچ کیو لیفٹیننٹ جنرل ہدایت الرحمان۔

https://www.dawn.com/news/1435893

تبصرہ: مسلم دنیا کے جنرلز اور سینئر افسران، جن میں پاکستان آرمی کے جنرلز اور سینئر افسران بھی شامل ہیں اور سب سے زیادہ تربیت یافتہ اور بہادر شمار کیے جاتے ہیں، جنرلز کی ریٹائرمنٹ کی خبر کو بہت اشتیاق اور دلچسپی سے سنتے ہیں۔ لیکن ان کی ریٹائرمنٹ کی خبر اس طرح سے شائع نہیں ہوتی کہ آج ایک ایسے جنگجو کی ریٹائرمنٹ ہو رہی ہے جس نے کئی دہائیوں تک مسلم علاقوں پر قبضہ کرنے والے اور اسلام اور مسلمانوں کی حرمات کو پامال کرنے والے دشمنوں اور مشرکین سے جنگیں لڑی ہیں، بلکہ ان جنرلز کی ریٹائرمنٹ کی خبر بھی ایسے شائع ہوتی ہے جیسے کسی فٹبال یا کرکٹ کے کھلاڑی کی ریٹائرمنٹ کی خبر شائع ہوتی ہے۔

مسلم دنیا کی افواج کے زوال اور بگاڑ کی وجہ ان میں صحیح فوجی نظریے(ڈاکٹرائن) کی عدم موجودگی ہے۔ اسلام میں فوج کے نظریے کی بنیاد دنیا میں مسلمانوں کی حرمات کا تحفظ، قابضین سے مسلم علاقوں کو آزاد کرانا، تمام مظلوموں کو تحفظ فراہم کرنا چاہے وہ مسلمان ہوں یا غیر مسلم، رسول اللہ ﷺ کی توہین کرنے والوں کو ان کے انجام تک پہنچانا، نئے علاقوں کو اسلام کی دعوت کی اشاعت کے لیے فتح کرنا اور توحید کے جھنڈے کو دیگر تمام جھنڈوں سے بلند کرنا ہوتا ہے۔ ایک عرصے تک مسلم افواج کا اتنا شاندار نظریہ (ڈاکٹرائن)

مسلم دنیا کی افواج کے زوال اور بگاڑ کی وجہ ان میں صحیح فوجی نظریے(ڈاکٹرائن) کی عدم موجودگی ہے۔ اسلام میں فوج کے نظریے کی بنیاد دنیا میں مسلمانوں کی حرمات کا تحفظ، قابضین سے مسلم علاقوں کو آزاد کرانا، تمام مظلوموں کو تحفظ فراہم کرنا چاہے وہ مسلمان ہوں یا غیر مسلم، رسول اللہ ﷺ کی توہین کرنے والوں کو ان کے انجام تک پہنچانا، نئے علاقوں کو اسلام کی دعوت کی اشاعت کے لیے فتح کرنا اور توحید کے جھنڈے کو دیگر تمام جھنڈوں سے بلند کرنا ہوتا ہے۔

موجود رہا جسے بعد میں ظالم حکمرانوں کے اقتدار کو تحفظ فراہم کرنے کے نظریے (ڈاکٹرائن) سے تبدیل کر دیا گیا۔ اب نظریہ یہ ہو گیا کہ ظالم حکمرانوں کے اقتدار کا تحفظ کرنے والے جنرلز کو مراعات اور دولت دی جائے جس میں ریٹائرمنٹ کے بعد کی سہولیات جیسا کہ پینشن اور پلاٹس وغیرہ شامل ہیں تاکہ یہ جنرلز کسی بھی مغربی ملک میں زندگی گزار سکیں اور امت کے پیسوں کے بل بوتے پر باقی زندگی ٹھاٹھ باٹھ سے گزار سکیں۔

ان جنرلز کے لیے یہ بہتر ہوتا کہ وہ اس وقت تک ریٹائر نہ ہوتے جب تک کہ وہ اس ذمہ داری کو پورا نہ کر لیتے جو امت نے ان کے کندھوں پر ڈالی تھی اور اس ذمہ داری کی ادائیگی کو ان کے لیے آسان بنانے کے لیے امت نے اپنے بچوں کا پیٹ کاٹ کر ان پر کھلے ہاتھ سے خرچ کیا تھا۔ اس طرح سے ان جنرلز کا کھایا پیا حلال ہو جاتا۔ ان پر لازم تھا کہ عظیم اسلامی امت کے دین کی حمایت حزب التحریر کے مخلص شباب کو نُصرہ فراہم کر کے کرتے جو نبوت کے طریقے پر خلافت کے قیام کی جدوجہد کر رہے ہیں۔ صرف اور صرف اسی صورت میں وہ باعزت طریقے سے ریٹائر ہوتے۔ لیکن آج ایک آفیسر اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے لیے یا مظلوموں کے لیے لڑے بغیر ہی ترقیاں پاتا ہوا جنرل بن جاتا ہے۔ ان جنرلز کی ریٹائرمنٹ ٹینکوں یا میدان جنگ میں نہیں ہوتی بلکہ ان کی ریٹائرمنٹ ایسی ہوتی ہے جیسے کسی فٹبال کے کھلاڑی یا ایتھلیٹ کی ریٹائرمنٹ ہوتی ہے جب انہیں کھیل کے میدانوں سے تالیاں بجا کر رخصت کیا جاتا ہے۔

حقیقی جنرل خالد بن ولیدؓ نے بستر مرگ پر فرمایا تھا، **لقد شهدت مئة زحف أو زهاءها، وما في جسدي موضع شبر إلا وفيه ضربة بسيف أو رمية بسهم أو طعنة برمح، وها أنا ذا أموت على فراشي، حتف أنفي، كما يموت البعير فلا نامت أعين الجبناء** "میں نے شہادت کے حصول کے لیے کئی جنگیں لڑیں یہاں تک کہ میرے جسم کا کوئی حصہ ایسا نہیں رہا جس پر تیر یا تلوار کے زخم کا نشان نہ ہو۔ لیکن اس کے باوجود میں یہاں ہوں، اپنے بستر پر ایک بوڑھے اونٹ کی طرح دم توڑ رہا ہوں۔۔۔"

ختم شد

الفاتح، محمد بن قاسم الثقفی سے ملنے والا سبق

تحریر: بلال المہاجر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

711 عیسوی میں مسلم تاجر جب بحر ہند میں سیلون (موجودہ سری لنکا) سے ہوتے ہوئے سندھ کے ساحل کے پاس پہنچے تو ان کو لوٹ لیا گیا اور قیدی بنالیا گیا۔ یہ خبر خلافت کے دار الحکومت پہنچی، جب ولید بن عبد الملک خلیفہ تھے۔ اس نے عراق کے والی حجاج بن یوسف کو خط لکھا، جس میں کہا کہ سندھ کے حکمران سے کہا جائے کہ وہ اس حرکت پر معافی مانگے اور یہ کہ ان مسلمانوں کو چھڑانے کے لیے فوج روانہ کی جائے۔ لہٰذا حجاج نے اس امت کے روشن ترین سپوتوں میں سے ایک کی قیادت میں فوج روانہ کی۔ اس کا نام مسلمانوں، خصوصاً برِصغیر کے مسلمانوں کے دلوں میں ایک خاص جگہ رکھتا ہے۔ اس نے ایک غیر علاقے میں اسلامی خلافت کے فوجوں کی قیادت کرنے کی ذمہ داری لی۔ وہ محمد بن قاسم الثقفی تھے۔

یہ تھا مسلم قیادت کا معاملات کو دیکھنے کا زاویہ اور طریقہ کار اور یہ کہ کس طرح سے ان معاملات پر جواب دیا جاتا ہے ۔ خلیفہ عبد الملک نے مسلمانوں پر ہونے والے ظلم کے خلاف محض احتجاج نہیں کیا۔ بے شک خلیفہ عبد الملک اور پاکستان کے حکمرانوں کے رویوں کے درمیان ایک واضح فرق ہے۔ جب پاکستان میں یا پاکستان کے باہر، امریکہ یا ہندو ریاست جو مسلمانوں کی ازلی دشمن ہے، کے ہاتھوں مسلمانوں کی حرمت پامال کی جاتی ہے تو یہ حکمران اقوام متحدہ کی سیکورٹی کونسل، یورپی یونین اور امریکہ سے رابطے کرتے ہیں، جو درحقیقت ایسے حملوں کی عالمی سطح پر پشت پناہی کرنے والے بدمست کھلاڑی ہیں۔ امریکہ اور ہندو ریاست نے سینکڑوں بار یہ ثابت کیا ہے کہ یہ اسلام اور مسلمانوں کے دشمن ہیں۔ یہ رات کو مسلمانوں سے جھوٹ بولتے ہیں اور دن میں ان پر چڑھائی کرتے ہیں۔ یہ سب ایک ہی نسل کے ہیں اور یورپی یونین، سکیورٹی کونسل، امریکہ اور روس میں کوئی فرق نہیں۔ اللہ سبحانہ تعالیٰ نے فرمایا، ﴿وَالَّذِينَ كَفَرُوا بَعْضُهُمْ أَوْلِيَآءُ بَعْضٍ إِلاَّ تَفْعَلُوهُ تَكُن فِتْنَةٌ فِي الأَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيرٌ﴾ "کافر آپس میں ایک دوسرے کے رفیق ہیں۔ اگر تم مسلمانوں نے بھی ایک دوسرے کا ساتھ اختیار نہ کیا تو زمین میں فتنہ ہو گا اور زبردست فساد ہو جائے گا" (سورۃ الانفال: 73)۔

بے شک خلیفہ عبد الملک اور پاکستان کے حکمرانوں کے رویوں کے درمیان ایک واضح فرق ہے۔ جب پاکستان میں یا پاکستان کے باہر، امریکہ یا ہندو ریاست جو مسلمانوں کی ازلی دشمن ہے، کے ہاتھوں مسلمانوں کی حرمت پامال کی جاتی ہے تو یہ حکمران اقوام متحدہ کی سیکورٹی کونسل، یورپی یونین اور امریکہ سے رابطے کرتے ہیں، جو درحقیقت ایسے حملوں کی عالمی سطح پر پشت پناہی کرنے والے بدمست کھلاڑی ہیں۔ امریکہ اور ہندو ریاست نے سینکڑوں بار یہ ثابت کیا ہے کہ یہ اسلام اور مسلمانوں کے دشمن ہیں۔ یہ رات کو مسلمانوں سے جھوٹ بولتے ہیں اور دن میں ان پر چڑھائی کرتے ہیں۔ یہ سب ایک ہی نسل کے ہیں اور یورپی یونین، سکیورٹی کونسل، امریکہ اور روس میں کوئی فرق نہیں۔

ایک مخلص فوجی اور سیاسی لیڈر جو اسلامی عقیدہ پر کھڑا ہو، مسلمانوں کے حقوق پر کوئی سمجھوتہ نہیں کرتا۔ جب خلافت کی فوج کراچی کے قریب دیبل پہنچی، تو محمد بن قاسم نے اپنے مطالبات وہاں کے حکمران راجہ داہر کو پیش کیے، جس نے انہیں مسترد کر دیا۔ لہٰذا مسلمانوں نے اس سے جنگ کی، یہاں تک کہ دشمن کو شکست ہوئی اور دیبل اسلام کے لیے کھل گیا۔ محمد بن قاسم نے اس پر ہی اکتفانہ کیا بلکہ علاقوں کو فتح کرتا چلا گیا کیونکہ مسلمانوں کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ اللہ کا نام سربلند کریں، اور اس طرح اسلامی عقیدہ کی بنیاد پر اسلامی فوج نے فتوحات جاری رکھیں یہاں تک کہ وہ ملتان تک پہنچ گئی۔ 3 سالوں میں یعنی 714 عیسوی تک پورا سندھ اور جنوبی پنجاب اسلامی خلافت کی حکومت کے لیے کھل چکا تھا۔ ان علاقوں کا فتح ہونا ظلم نہیں تھا جس کی عالمی برادری یا کسی باشعور انسان نے مذمت کی ہو۔ برِصغیر ہند کے شمال مغربی حصے کا اسلام کے لیے کھل جانے سے اسلامی افواج بت پرستوں کو اندھیروں سے نکال کر اسلام کی روشنی کی طرف لے آئیں۔ محمد بن قاسم نے اسلامی خلافت کی انتظامیہ کو لوگوں کے معاملات سچائی اور اسلام کے عدل سے چلانے کی ہدایت کی۔ انھوں نے بغیر کسی پر بوجھ ڈالے زکوۃ اور جزیہ اکٹھا کیا اور لوگوں کو ایک عزت دار زندگی مہیا کی۔

ہمارے زمانے میں برصغیر ہند پر اسلام کے غلبے کی واپسی غیر منصفانہ اور زور زبردستی نہیں ہو گی۔

یہ اس لالچی سرمایہ داریت کی تاریکی مٹانے سے ہو گی، جس نے لوگوں کو غریب اور بے عزت کر دیا ہے۔ اور یہ اسلام کے نور اور عدل کی واپسی سے ہو گا، جہاں لوگ اپنے مال سے فائدہ اٹھا سکیں گے اور اسے قبضہ کرنے والے کرپٹ سرمایہ داروں اور جاگیردار حکمرانوں سے واپس لے سکیں گے۔

وہ حل جس کو آنے والے خلافت کے سائے تلے ہم نافذ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں مغل ریاست کے وقت جیسا ہے جو اسلام کے ذریعے حکومت کرتی تھی۔ اگرچہ مغل ریاست بغداد میں موجود عباسی خلافت کے مرکز سے بہت دور تھی۔ بابر، جو 1526 عیسوی میں وسطی ایشیاء سے دہلی آیا، پہلا مغل حکمران تھا۔ اس کے بیٹے ہمایوں نے اس کی وفات کے بعد اقتدار سنبھالا (1530 – 1556)۔ بھوپال میں موجود ایک سرکاری لائبریری میں موجود ایک مسودے کے مطابق بابر نے مندرجہ ذیل احکام ورثے میں ہمایوں کے لیے چھوڑے، جو اپنی کمزوریوں کے باوجود اسلام کے درست نفاذ کا خواہاں تھا۔ "اے میرے بیٹے! میں تمھیں مندرجہ ذیل کام کرنے کا مشورہ دیتا ہوں: عدل قائم رکھنا اور لوگوں کے مذہبی جذبات کا خیال رکھنا، حتیٰ کہ وہ گائے جنھیں کچھ شہری پوجتے ہیں، انھیں ردِ عمل میں اور ٹکراؤ لینے کے لیے ذبح نہ کرنا بلکہ علیحدہ جگہوں پر ذبح کرنا۔ یہ تمھیں لوگوں کے قریب کرے گا، ان کے بھی جو لوگوں کے ذمہ دار ہیں۔ کسی عقیدے کی عبادت گاہ کو تباہ نہ کرنا اور عدل قائم رکھنا یہاں تک کہ ہر جگہ امن ہو جائے۔ اسلام کو محبت اور شفقت کی تلوار سے آسانی سے پھیلایا جا سکتا ہے بجائے ظلم اور جبر کی تلوار کے۔ شیعہ اور سنی کے درمیان جھگڑوں سے پرہیز کرنا۔ اپنے لوگوں کی مختلف خصوصیات کو ایسے دیکھنا جیسے وہ سال کے موسموں کی خصوصیات ہیں"۔

یہ استعمار کی مسلسل سازشوں کا ہی نتیجہ تھا کہ برِصغیر ان کے ماتحت آ گیا، اور یہ اس وجہ سے بھی ہو گیا کہ برصغیر استنبول سے دور تھا جو کہ خلافت کا دارالحکومت تھا۔ یہ مسلمانوں پر حاوی ہو جانے والی عمومی کمزوریوں کے علاوہ تھا۔ لہٰذا کفار نے ان سب باتوں کو دیکھتے ہوئے یہ جانا کہ وہ برصغیر پر قبضہ کر سکتے ہیں۔ برطانیہ نے 1757 میں برصغیر پر بڑا حملہ کیا جس کے خلاف مسلمانوں نے شدید مدافعت دکھائی۔ یہ جنگ برصغیر پر مسلمانوں کی اسلامی حکمرانی کی جیت کو برطانیہ کے غاصبانہ قبضے سے بدل دینے تک جاری رہی، جس میں کچھ کفر طاقتوں نے اس کی مدد کی، ان میں ہندو، سکھ اور بدھ مت کے لوگ شامل تھے۔ برطانیہ کئی دہائیوں کی مسلمانوں سے جنگ کے بعد ہی اس علاقے میں کنٹرول اور اپنی برتری کو استحکام دے سکا۔

اس وقت سے استعمار اسلامی علاقوں پر قبضہ کرنے سے نہیں رکا، چاہے براہِ راست فوجی استعماریت کے ذریعے ہو، یا حکومتوں اور فوجی قیادتوں کے ذریعے جو استعمار کے ایجنٹوں کا کام کرتی ہیں، اور ان غداروں کے ذریعے استعمار نے وہ سب حاصل کیا جو وہ براہ راست فوج کشی کر کے حاصل نہیں کر سکتا تھا۔ لہٰذا ان علاقوں میں جاہلیت دوبارہ لوٹ آئی کیونکہ اللہ کے نازل کردہ قوانین کی بنیاد پر حکمرانی ختم ہو گئی اور اس کی جگہ عالمی قوانین، برطانوی قوانین اور پھر امریکی قوانین نے لے لی ۔

جب سلطان حکومت کرتے تھے اور اب جب آج کل حکمران حکومت کر رہے ہیں تو اس علاقے کے مسلمانوں کے رویوں میں ایک واضح فرق ہے۔ برطانیہ کے حملہ آور ہونے کے زمانے میں جب مغل حکومت ہندوستان کے بیشتر علاقوں پر کمزور تھی، تو کچھ حکمرانوں نے استنبول میں موجود خلافت سے مدد مانگی۔ انھوں نے آج کے حکمرانوں کی طرح کفار سے مدد نہیں مانگی، جیسے موجودہ حکمران ہم پر حملہ ہوتے ہی یورپی یونین اور اقوام متحدہ سے رجوع کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر کنوز (موجودہ بھارتی صوبہ کیرالہ) کے حکمران نے 1779 عیسوی میں سلطان عبدالحمید اول کو پیغام بھیجا، "میں خلیفہ سے انگریز ایسٹ انڈیا کمپنی کی جارحیت سے حفاظت کی التجاء کرتا ہوں"۔ ہم نے دیکھا کہ میسور کے حکمران ٹیپو سلطان نے خلیفہ سے اس کی حکومت تسلیم کرنے کا مطالبہ کیا، لیکن خلیفہ اس وقت طاقت کے مراکز پر براہ راست حاوی نہیں تھا، لہٰذا وہ برصغیر کی طرف افواج نہیں بھیج سکا، لیکن اس نے ایک پیغام میں ٹیپو کو میسور کا گورنر تسلیم کیا۔ لہٰذا ٹیپو

جب سلطان حکومت کرتے تھے اور اب جب آج کل حکمران حکومت کر رہے ہیں تو اس علاقے کے مسلمانوں کے رویوں میں ایک واضح فرق ہے۔ برطانیہ کے حملہ آور ہونے کے زمانے میں جب مغل حکومت ہندوستان کے بیشتر علاقوں پر کمزور تھی، تو کچھ حکمرانوں نے استنبول میں موجود خلافت سے مدد مانگی۔ انھوں نے آج کے حکمرانوں کی طرح کفار سے مدد نہیں مانگی، جیسے موجودہ حکمران ہم پر حملہ ہوتے ہی یورپی یونین اور اقوام متحدہ سے رجوع کرتے ہیں۔

نے اپنی اسناد کسی کافر حکمران کو نہیں بھیجی، جیسے صدر ٹرمپ بار بار ہمارا مذاق اڑاتا ہے۔

شاعر کے الفاظ میں:

إني تذكرت والذكرى مؤرقة
مجداً تليداً بأيدينا أضعناه

أنّى اتجهت إلى الإسلام في بلد
تجده آكالطير مقصوصاً جناحاه

كم صرّفتنا يدٌ كنا نُصرّفها
وبات يحكمنا شعب ملكناه

ورحب الناس بالإسلام حين رأوا
أن الإخاء وأن العدل مغزاه

يا من رأى عمر تكسوه بردته
والزيت أدم له والكوخ مأواه

يهتز كسرى على كرسيه فرقاً
من بأسه وملوك الروم تخشاه

استرشد الغرب بالماضي فأرشده
ونحن كان لنا ماض نسيناه

إنّا مشينا وراء الغرب نقتبس من
ضيائه فأصابتنا شظاياه

"بے شک مجھے یاد ہے اور دہراتا ہوں وہ
یادداشت، ہمارے ہاتھوں حاصل ہونے والی شان و
شوکت کی یادداشت

مگر آج جب میں اس زمین پر اسلام کی طرف
مڑا، تو اسے ایسے پرندے کی مانند پایا جس کے پر کٹے
ہوں

کتنی ہی بالشت زمین ہم نے کھودی، اور کیسے ہم
پر جارحانہ لوگوں نے حکمرانی کی

جبکہ پہلے لوگ اسلام کو دیکھ کر استقبال کرتے
تھے، جب بھائی چارہ اور عدل کا واقعی کوئی مطلب تھا

وہ جس نے عمر کو دیکھا، اس کی سردی و جمود ختم
ہو جاتا تھا، جیسے گرم تیل گرمائش دیتا ہے

عمر سے فارس کا خسرو اپنے تخت پر لرز اٹھا، اور
ملوک الروم ان سے ڈرتا تھا

مغرب نے ماضی سے رہنمائی حاصل کی اور پائی،
جبکہ ہم نے اپنے ماضی کو بھلا دیا

> بے شک وہ خیر، نور اور عدل جو محمد بن قاسم الفاتح کی قیادت میں افواج کے ساتھ آیا، واپس آسکتا ہے۔ یہ صرف تب ممکن ہے جب پاکستان کی افواج کی فوجی قیادت میں سے کوئی قائد جو غیرت اور بلند اصولوں کا احساس رکھتا ہو، استعمار اور اس کے ایجنٹوں کو اکھاڑ پھینکے اور ان کی جگہ ایسا حکمران لائے جو خلیفہ عبدالملک بن مروان بلکہ عمر الفاروقؓ جیسا ہو، اور نبوت کے نقشِ قدم پر دوسری خلافت راشدہ کو قائم کرے۔ ہمیں یقین ہے کہ پاکستان میں محمد بن قاسم کے بیٹے بہت سے ہیں اور یہ صرف کچھ وقت کی بات ہے کہ وہ جاگ اٹھیں گے۔ اور یہ ان لوگوں کا معاملہ ہے جو اچھائی میں سب سے آگے ہیں، کیونکہ یہی جنت میں سب سے آگے ہوں گے اور دنیا میں عزت حاصل کریں گے۔

ہم مغرب کے پیچھے چلتے اس کی روشنی اپناتے
ہیں جبکہ وہ اپنے خنجر سے ہم پر وار کرتا ہے"

بے شک وہ خیر، نور اور عدل جو محمد بن قاسم الفاتح کی قیادت میں افواج کے ساتھ آیا، واپس آسکتا ہے۔ یہ صرف تب ممکن ہے جب پاکستان کی افواج کی فوجی قیادت میں سے کوئی قائد جو غیرت اور بلند اصولوں کا احساس رکھتا ہو، استعمار اور اس کے ایجنٹوں کو اکھاڑ پھینکے اور ان کی جگہ ایسا حکمران لائے جو خلیفہ عبدالملک بن مروان بلکہ عمر الفاروقؓ جیسا ہو، اور نبوت کے نقشِ قدم پر دوسری خلافت راشدہ کو قائم کرے۔

یہ وہ طریقہ ہے جس سے ہم اپنی کھوئی ہوئی شان کو واپس لا سکتے ہیں، جو ہمارے حکمران واپس نہیں لانا چاہتے، ورنہ ہم کبھی اپنا مقام واپس نہیں بنا سکیں گے۔ کیا ماؤں نے ایسے کمانڈر پیدا کرنا چھوڑ دیے ہیں یا یہ کہ وہ بہت زیادہ ہیں لیکن انھیں جھنجوڑنے کی ضرورت ہے! ہمیں یقین ہے کہ پاکستان میں محمد بن قاسم کے بیٹے بہت سے ہیں اور یہ صرف کچھ وقت کی بات ہے کہ وہ جاگ اٹھیں گے۔ اور یہ ان لوگوں کا معاملہ ہے جو اچھائی میں سب سے آگے ہیں، کیونکہ یہی جنت میں سب سے آگے ہوں گے اور دنیا میں عزت حاصل کریں گے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا:

﴿سَابِقُوا إِلَى مَغْفِرَةٍ مِنْ رَبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ أُعِدَّتْ لِلَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ ذَلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ﴾

"(آؤ) دوڑو اپنے رب کی مغفرت کی طرف اور اس جنت کی طرف جس کی وسعت آسمان اور زمین کی وسعت کے برابر ہے۔ یہ ان کے لیے بنائی گئی ہے جو اللہ پر، اس کے رسولوں پر ایمان رکھتے ہیں۔ یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے اور اللہ بڑے فضل والا ہے" (سورۃ الحدید: 21)۔

مرکزی میڈیا آفس حزب التحریر

آئی ایم ایف کو مسترد کردو
یہ ایک استعماری آلہ اور پاکستان کی معاشی تباہی کا ذمہ دار ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پاکستان کے نئے حکمرانوں نے نومبر 2018 میں بین الاقوامی مالیاتی فنڈ، آئی ایم ایف کی طرف رجوع کرنے کا اعلان کر دیا ہے۔ آئی ایم ایف سے مزید سودی قرضوں کے حصول کے لیے مذاکرات کیے جائیں گے، جو تباہ کن معاشی شرائط پر فراہم کیے جائیں گے۔ 13 اکتوبر 2018 کو وزیر خزانہ اسد عمر نے کہا، "ہم انیسویں بار (آئی ایم ایف کے پاس) جارہے ہیں اور ہماری خواہش ہے کہ یہ آخری بار ہو"۔

حقیقتِ حال یہ ہے کہ آئی ایم ایف ایک استعماری آلہ ہے جو قرض لینے والے ملک کو کبھی بھی اپنے پیروں پر مضبوطی سے کھڑا ہونے کی اجازت نہیں دیتا۔ پاکستان کے نئے حکمران بھی اس حقیقت کا ادراک رکھتے ہیں جس کا اعتراف وہ اقتدار میں آنے سے بہت پہلے کر چکے ہیں۔ 13 ستمبر 2011 کو برطانوی اخبار گارڈین میں چھپنے والے ایک انٹرویو میں عمران خان نے خبردار کیا تھا کہ، "ایک ملک جو قرضوں پر انحصار کرے؟ اس سے موت بہتر ہے۔ یہ آپ کو آپ کی استعداد کے مطابق مقام حاصل کرنے سے روکتا ہے جس طرح استعماریوں نے کیا تھا۔ امداد ایک ذلت آمیز چیز ہے۔ وہ تمام ممالک جن کے متعلق میں جانتا ہوں کہ جنھوں نے آئی ایم ایف یا عالمی بینک کے پروگرام نافذ کیے، وہاں غریب کی غربت اور امیر کی امارت میں اضافہ ہوا"۔ آئی ایم ایف، بدنام زمانہ برطانوی ایسٹ انڈیا کمپنی کا جانشین استعماری ادارہ ہے جس نے برصغیر پاک وہند کو غربت کی دلدل میں دھکیل دیا تھا حالانکہ

آئی ایم ایف، بدنام زمانہ برطانوی ایسٹ انڈیا کمپنی کا جانشین استعماری ادارہ ہے جس نے برصغیر پاک وہند کو غربت کی دلدل میں دھکیل دیا تھا حالانکہ یہ خطہ اسلامی دور حکومت میں انتہائی دولت مند خطہ تھا۔ آج آئی ایم ایف پوری دنیا پر مغرب کی معاشی بالادستی برقرار رکھنے اور اسے یقینی بنانے کے لیے کام کرتا ہے۔ اس مقصد کے حصول کے لیے وہ قرض لینے والے ممالک پر تباہ کن معاشی شرائط مسلط کرتا ہے اور انہیں مغربی ریاستوں کا مدمقابل بننے سے روکتا ہے۔

یہ خطہ اسلامی دور حکومت میں انتہائی دولت مند خطہ تھا۔ آج آئی ایم ایف پوری دنیا پر مغرب کی معاشی بالادستی برقرار رکھنے اور اسے یقینی بنانے کے لیے کام کرتا ہے۔ اس مقصد کے حصول کے لیے وہ قرض لینے والے ممالک پر تباہ کن معاشی شرائط مسلط کرتا ہے اور انہیں مغربی ریاستوں کا مدمقابل بننے سے روکتا ہے۔

آئی ایم ایف اس بات پر اصرار کرتا ہے کہ مقامی کرنسی کی قدر میں کمی کی جائے جس کے نتیجے میں ملکی اشیاء کی قیمتوں میں اضافہ ہو جاتا ہے اور ملک بے رحم اور بے قابو مہنگائی کا شکار ہو جاتا ہے۔ خریداری مزید مہنگی ہو جاتی ہے اور زرعی اور صنعتی شعبے کی پیداواری لاگت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ آئی ایم ایف توانائی، اور تیل کی قیمتوں میں اضافے پر اصرار کرتا ہے جس سے پیداواری لاگت اور اشیاء کی نقل وحمل کی لاگت میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے۔ آئی ایم ایف جنرل سیلز ٹیکس (جی ایس ٹی) جیسے منفی اثرات کے حامل ٹیکسوں کی شرح میں اضافے پر اصرار کرتا ہے، جو ہر ایک پر لاگو ہوتا ہے اس بات سے قطعِ نظر کہ اس کی معاشی صورتحال کیا ہے۔

معیشت کو مستقل طور پر تباہی کے گڑھے میں گرانے کے لیے آئی ایم ایف اُن اداروں کی نجکاری کا مطالبہ کرتا ہے جو ریاست کو بہت بڑے پیمانے پر محاصل دینے کی قابلیت رکھتے ہیں تاکہ ریاست کا ٹیکسوں اور استعماری قرضوں پر انحصار مزید بڑھ جائے۔ نجکاری کی مہم اس غلط تصور پر چلائی جاتی ہے کہ ریاست بہت بڑے پیمانے پر محاصل دینے والے اداروں کو حسنِ کارکردگی کے ساتھ نہیں چلاسکتی۔ لیکن یہی

ادارے جب نجی شعبے کے حوالے کیے جاتے ہیں تو وہ ان سے اربوں کا نفع حاصل کرتے ہیں جبکہ ریاست اپنے خالی خزانے کو بھرنے کے لیے مزید ٹیکس عائد کرنے کا راستہ اختیار کرتی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ مزید قرضوں کے حصول کے لیے مشرق و مغرب کے سامنے ہاتھ پھیلا دیتی ہے، یوں ملکی معیشت کا جنازہ نکل جاتا ہے۔ مزید برآں ان قرضوں کے ساتھ سود کا شر اور مصیبت بھی منسلک ہوتی ہے جو اس بات کو یقینی بناتی ہے کہ قرض لینے والا ملک اصل رقم سے کئی گنا زیادہ ادا کرنے کے بعد بھی قرضوں میں جکڑا رہے۔

جب آئی ایم ایف مقامی پیداواری صلاحیت اور ریاست کو کمزور کر دیتی ہے تو پھر وہ مغربی اشیاء کی درآمد پر ڈیوٹیز کم کرنے کا مطالبہ کرتی ہے اور مقامی منڈیوں اور معدنیات جیسے وسائل کے دروازے مغربی کمپنیوں پر کھول دینے کے لیے دباؤ ڈالتی ہے، اس کے ساتھ ساتھ ایسے اقدامات کیے جاتے ہیں کہ مغربی کمپنیاں زیادہ سے زیادہ منافع واپس لے جاسکیں۔

اے پاکستان کے مسلمانو! پہلا غلط قدم بالآخر تباہی کے دہانے تک پہنچا دیتا ہے۔ ہم سب پر لازم ہے کہ ہم ابھی اسی وقت حکومت کی جانب سے آئی ایم ایف کے ساتھ مذاکرات کے خلاف آواز بلند کریں جو ایک استعماری آلہ ہے اور پاکستان کی معاشی تباہی کا ذمہ دار ہے۔ ہمیں اس بات کی اجازت نہیں کہ ہم کفار کو اپنے امور پر حاوی ہونے کا موقع فراہم کریں کیونکہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا، **((وَلَن يَجْعَلَ ٱللَّهُ لِلْكَافِرِينَ عَلَى ٱلْمُؤْمِنِينَ سَبِيلاً))** "اور اللہ نے کافروں کو مومنوں پر کوئی غلبہ و اختیار نہیں دیا" (النساء: 141)۔ یہ جائز نہیں ہے کہ ہم اپنے معاملات ایک ایسے ادارے کے پاس لے جائیں جو اللہ کے نازل کردہ احکامات کی بنیاد پر فیصلے نہیں

> جب آئی ایم ایف مقامی پیداواری صلاحیت اور ریاست کو کمزور کر دیتی ہے تو پھر وہ مغربی اشیاء کی درآمد پر ڈیوٹیز کم کرنے کا مطالبہ کرتی ہے اور مقامی منڈیوں اور معدنیات جیسے وسائل کے دروازے مغربی کمپنیوں پر کھول دینے کے لیے دباؤ ڈالتی ہے، اس کے ساتھ ساتھ ایسے اقدامات کیے جاتے ہیں کہ مغربی کمپنیاں زیادہ سے زیادہ منافع واپس لے جاسکیں۔ پہلا غلط قدم بالآخر تباہی کے دہانے تک پہنچا دیتا ہے۔ ہم سب پر لازم ہے کہ ہم ابھی اسی وقت حکومت کی جانب سے آئی ایم ایف کے ساتھ مذاکرات کے خلاف آواز بلند کریں جو ایک استعماری آلہ ہے اور پاکستان کی معاشی تباہی کا ذمہ دار ہے۔

کرتا، کیونکہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا، **((أَلَمْ تَرَ إِلَى ٱلَّذِينَ يَزْعُمُونَ أَنَّهُمْ آمَنُواْ بِمَآ أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَآ أُنزِلَ مِن قَبْلِكَ يُرِيدُونَ أَن يَتَحَاكَمُواْ إِلَى ٱلطَّاغُوتِ وَقَدْ أُمِرُوٓاْ أَن يَكْفُرُواْ بِهِ وَيُرِيدُ ٱلشَّيْطَانُ أَن يُضِلَّهُمْ ضَلاَلاً بَعِيداً))** "کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو دعویٰ تو یہ کرتے ہیں کہ جو (کتاب) تم پر نازل ہوئی اور جو (کتابیں) تم سے پہلے نازل ہوئیں ان سب پر ایمان رکھتے ہیں مگر وہ چاہتے ہیں کہ اپنا فیصلہ طاغوت سے کرائیں حالانکہ ان کو حکم دیا گیا ہے کہ اس کا انکار کریں اور شیطان (تو یہ) چاہتا ہے کہ ان کو بہکا کر رستے سے دور ڈال دے" (النساء: 60)۔

اے پاکستان کے مسلمانو! پاکستان کو دنیا میں اسلام کی بنیاد پر اپنی صلاحیت اور استعداد کے مطابق مقام دِلانے کے لئے ہم پر لازم ہے کہ ہم نبوت کے نقشِ قدم پر خلافت کے قیام کے لیے حزب التحریر کے ساتھ مل کر کام کریں۔ خلافت آئی ایم ایف کو مکمل طور پر مسترد کر دے گی اور اس کی رکنیت، اس کے قرضوں، سود کی ادائیگی اور معیشت کو تباہ کرنے والی شرائط کو نافذ کرنے کے مطالبات کا مکمل انکار کرے گی۔ خلافت استعماری سودی قرضوں پر انحصار کیے بغیر اسلام کے معیشتی قوانین کے نفاذ کے ذریعے بیت المال کے لیے اربوں ڈالر کے برابر دولت جمع کرے گی۔ خلافت توانائی اور معدنیات کے شعبوں میں اسلامی قانون نافذ کرے گی جس کے مطابق یہ اثاثے عوامی ملکیت ہیں اور ریاست اِن کا انتظام اور دیکھ بھال کرتی ہے اور اس بات کو یقینی بناتی ہے کہ ان سے حاصل ہونے والی کثیر دولت عوام کی ضروریات کو پورا کرنے پر خرچ کی

جائے۔ خلافت کمپنی ڈھانچے کے متعلق بھی اسلامی قوانین نافذ کرے گی جو ایسے شعبوں کی نجی ملکیت محدود کرے گا جن کے لیے کثیر سرمایے کی ضرورت ہوتی ہے، جیسا کہ بھاری صنعت، وسیع تعمیرات، مواصلات وٹرانسپورٹ، جس کے نتیجے میں ریاست کا ان شعبوں میں بنیادی کردار ہوگا اور ریاست کے پاس لوگوں کے امور کی دیکھ بھال کے لیے بڑے پیمانے پر محاصل جمع ہوں گے۔ خلافت ٹیکسوں کی وصولی کے لیے اسلامی قوانین نافذ کرے گی جیسا کہ تجارتی مال پر زکوٰۃ اور زرعی زمین پر خراج اور ظالمانہ ٹیکسوں کو ختم کردے گی جیسا کہ جنرل سیلز ٹیکس اور انکم ٹیکس وغیرہ جنہیں وصول کرتے ہوئے فرد کی غربت اور ضروریات کو سرے سے دیکھا ہی نہیں جاتا۔ خلافت کرنسی کے حوالے سے اسلامی قانون نافذ کرے گی اور اس بات کو یقینی بنائے گی کہ کرنسی کا تعلق ڈالر نہ ہو بلکہ یہ سونے اور چاندی سے منسلک ہو اور اسے سونے اور چاندی کے ریاستی ذخیرے کے تناسب سے چھاپا جائے۔ یہ امر بے قابو مہنگائی کا جڑ سے خاتمہ کرے گا اور کرنسی کی وہ حیثیت بحال ہو جائے گی جس کی وجہ سے خلافت میں ایک ہزار سال تک اشیاء کی قیمتوں میں زبردست استحکام رہا۔ خلافت حکمرانی کے دوران حکمرانوں کی ذاتی دولت میں ہونے والے اچانک اور زبردست اضافے کے حوالے سے اسلامی قانون نافذ کرے گی جو یہ ہے کہ ایسی تمام دولت ضبط کرلی جائے اور اسے بیت المال میں جمع کردیا جائے۔ یہ اُن قوانین میں سے چند قوانین ہیں جو اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے مسلمانوں پر فرض کیے ہیں، کہ جن کے ذریعے مسلمانوں کو اس دنیا میں خوشحالی اور آخرت میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی رضا حاصل ہوگی۔

اے افواجِ پاکستان کے مسلمانو! باجوہ-عمران حکومت بھی اُسی راستے پر چل رہی ہے جس پر پچھلی حکومتیں چل رہی تھیں، جس کے نتیجے میں ملکی معیشت مزید تباہی سے دوچار ہوگی اور مغربی استعماریوں کا کنٹرول اور غلبہ مزید بڑھ جائے گا۔ آپ پر لازم ہے کہ تباہی کی طرف بڑھتے ان قدموں کو اپنی اُس طاقت سے روک دیں جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آپ کو عطا فرمائی ہے کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ آپ سے اس قوت وطاقت کے متعلق پوچھے گا جب آپ اس کے دربار میں حاضر ہوں گے۔ اپنے اُن جنگجو بھائیوں کو یاد کریں جو آپ سے پہلے گزرے اور وہ آپ ہی کی طرح اہلِ قوت تھے، جنہوں نے مدینہ میں اسلام کو ایک ریاست اور حکومت کی صورت میں قائم کیا تھا، اور فوری طور پر نبوت کے نقشِ قدم پر خلافت کے قیام کے لیے نُصرہ فراہم کریں۔ یاد کریں اُن لوگوں کو کہ جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کو عسکری مدد (نُصرہ) فراہم کی تھی جیسا کہ سعد بن معاذؓ۔ جب سعدؓ کا انتقال ہوا اور ان کی والدہ شدتِ غم سے رونے لگیں تو رسول اللہ ﷺ نے اُن سے کہا ،**((لِيَرْقَأْ - لينقطع - دَمْعُكِ وَيَذْهَبْ حُزْنُكِ لِأَنَّ ابْنَكِ أَوَّلُ مَنْ ضَحِكَ اللَّهُ إِلَيْهِ وَاهْتَزَّ لَهُ الْعَرْشُ))**"آپ کے آنسو تھم جائیں اور آپ کا غم ہلکا ہو جائے اگر آپ یہ جان لیں کہ آپ کا بیٹا وہ پہلا شخص ہے جس کے لئے اللہ مسکرایا اور اس کا عرش ہل گیا" (طبرانی)۔ صرف اسی طرح آپ اپنے لوگوں کو تباہ ہونے سے بچا سکتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی خوشنودی حاصل کر سکتے ہیں۔

حزب التحریر

ولایہ پاکستان

10 صفر 1440 ہجری

19 اکتوبر 2018 عیسوی

ختم شد

بقیہ صفحہ 26 سے

دنیا اور آخرت میں عزت اور وقار کی طرف قیادت کرے گی اور کشمیر کی آزادی ک لیے افواج پاکستان کے منظم جہاد کرے گی بلکہ اس سے بھی بڑھ کے خلافت عزوہ ہند کے حوالے سے رسول اللہ ﷺ کی بشارت کو پورا کرنے ک لیے اس خطے کے مسلمانوں کی قیادت کرے گی۔ ابو ہریرہ نے روائت کیا کہ ، **وَعَدَنا رسولُ اللّٰهِ (ﷺ) غزوةَ الهند، فإنْ أدركتُها أُنْفِقْ نفسي ومالي، وإنْ قُتِلْتُ كنتُ أفضلَ الشهداء، وإنْ رجعتُ فأنا أبو هريرة المُحَرَّرُ**"اللہ کے رسول ﷺ نے ہم سے غزوہ ہند کا وعدہ کیا۔ اگر میں نے وہ زمانہ پالیا تو میں اس کے لیے اپنی جان اور مال لگادوں گا۔ اگر میں مرگیا تو میں بہترین شہداء کی صحبت میں ہوں گا اور اگر میں زندہ واپس آیا تو میں (گناہوں سے) آزاد ابوہریرہ ہوں گا" (احمد، نسائی، الحاکم)۔

ولایہ پاکستان میں حزب التحریر کا میڈیا آفس

سوال وجواب: کاسمیٹک سرجری کے متعلق حکمِ شرعی کیا ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سوال:

امیرِ محترم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

کاسمیٹک سرجری پر حکم شرعی (قانونی حکم) کیا ہے؟

مراد معالج

جواب:

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

1۔ اگر پلاسٹک سرجری علاج کے غرض سے ہے، جیسے کہ جسم کے کسی حصہ کے مسخ ہونے کی خرابی سے نمٹنے کے لئے جو کسی بیماری یا حادثہ یا آگ سے جلنے کی وجہ سے ہو جائے یا پیدائشی نقص کو ہٹانے کے لیے جیسے کہ کوئی اضافی انگلی کو کاٹنا یا انگلیوں کے آپس میں جڑے ہونے کو الگ کرنا، یا اسی طرح کی کوئی اور سرجری کرنا، تو یہ جائز ہے۔ اس کا ثبوت ترمذی میں عرفجہ بن اسعد کی روایت ہے کہ جس میں انہوں نے کہا: **«أُصِيبَ أَنْفِي يَوْمَ الْكُلاَبِ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَاتَّخَذْتُ أَنْفًا مِنْ وَرِقٍ فَأَنْتَنَ عَلَيَّ فَأَمَرَنِي رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم أَنْ أَتَّخِذَ أَنْفًا مِنْ ذَهَبٍ»** "میری ناک جاہلیت کے زمانے میں (اسلام سے پہلے) الکلاب کے دن مسخ ہو گئی تھی۔ لہذا میں نے ورق (چاندی) کی ایک ناک لگوالی جس میں سے بدبو آنے لگی، اس پر اللہ کے رسول ﷺ نے مجھے حکم دیا کے میں سونے کی ناک بنوالوں۔" ابو عیسیٰ نے اس حدیث کو حسن غریب کہا ہے۔ نسائی نے عرفجۃ بن اسعد سے حدیث روایت کی جس میں انہوں نے فرمایا: **«أصيب أنفه يوم الكلاب في الجاهلية فاتخذ أنفا من ورق فأنتن عليه فأمره النبي صلى الله عليه وسلم أن يتخذ أنفا من ذهب»** "اس کی ناک جاہلیت کے زمانے (اسلام سے پہلے) الکلاب کے دن مسخ ہو گئی تھی۔ لہذا اُس نے ورق (چاندی) کی ایک ناک لگوالی جس میں سے بدبو آنے لگی، اس پر اللہ کے رسول ﷺ نے اُس کو حکم دیا کے وہ سونے کی ناک بنوالے"۔ البانی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے۔ "ورق کی ناک" کے معنی ہیں، چاندی کی ناک، جس سے پتا چلتا ہے کہ علاج کے غرض سے پلاسٹک سرجری کرنا جائز ہے۔ 2- تاہم اگر سرجری بہتر نظر آنے اور خوبصورتی کے لئے کی جائے، اور علاج کے غرض سے نہیں، تو یہ جائز نہیں ہے اور اس کے ثبوت مندرجہ ذیل ہیں:

امام بخاریؒ نے علقمۃ سے روایت کیا ہے کہ عبداللہ نے بیان کیا: **«لَعَنَ اللَّهُ الْوَاشِمَاتِ وَالْمُسْتَوْشِمَاتِ وَالْمُتَنَمِّصَاتِ وَالْمُتَفَلِّجَاتِ لِلْحُسْنِ الْمُغَيِّرَاتِ خَلْقَ اللَّهِ تَعَالَى»** "اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اُن عورتوں پر لعنت بھیجی ہے جو نقش (ٹیٹو) بنواتی ہیں، جو چہرے کے بال یا بھنوئیں بنوانے کے لئے بال اُکھڑواتی ہیں، اور جو عورتیں خوبصورت نظر آنے کے لئے اپنے سامنے والے دانت الگ کرواتی ہیں، یعنی جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے بنایا اسے تبدیل کرواتی ہیں"۔ اور مسلم نے اِن الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے: **«لَعَنَ اللَّهُ الْوَاشِمَاتِ وَالْمُسْتَوْشِمَاتِ وَالنَّامِصَاتِ وَالْمُتَنَمِّصَاتِ وَالْمُتَفَلِّجَاتِ لِلْحُسْنِ الْمُغَيِّرَاتِ خَلْقَ اللَّهِ»** "اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اُن عورتوں پر لعنت بھیجی ہے جو نقش (ٹیٹو) بنواتی ہیں، جو اپنے چہرے کے بال یا بھنوئیں بنوانے کے

امام بخاریؒ نے علقمۃ سے روایت کیا ہے کہ عبداللہ نے بیان کیا: **«لَعَنَ اللَّهُ الْوَاشِمَاتِ وَالْمُسْتَوْشِمَاتِ وَالْمُتَنَمِّصَاتِ وَالْمُتَفَلِّجَاتِ لِلْحُسْنِ الْمُغَيِّرَاتِ خَلْقَ اللَّهِ تَعَالَى»** "اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اُن عورتوں پر لعنت بھیجی ہے جو نقش (ٹیٹو) بنواتی ہیں، جو چہرے کے بال یا بھنوئیں بنوانے کے لئے بال اُکھڑواتی ہیں، اور جو عورتیں خوبصورت نظر آنے کے لئے اپنے سامنے والے دانت الگ کرواتی ہیں، یعنی جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے بنایا اسے تبدیل کرواتی ہیں"۔

لئے بال اُکھڑواتی ہیں،اور جو عورتیں خوبصورت نظر آنے کے لئے اپنے سامنے والے دانت الگ کرواتی ہیں،یعنی جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے بنایا اسے تبدیل کرواتی ہیں"۔

حدیث سے واضح ہے کہ وہ خواتین جو اپنے سامنے کے دانت خوبصورتی کے لئے علیحدہ کرواتی ہیں وہ گنہگار ہیں اوراس کا مطلب یہ ہے کہ یہ کام حرام ہے، اور لفظ" خوبصورتی کے لئے "علت کے طور پر ہے کیونکہ یہ وصف مفہم (reasoned description)ہے۔ ایک خاتون جو خوبصورتی کی خاطر اپنے دانتوں کے بیچ جگہ بنوائے وہ گنہگار ہے،جس کا مطلب ہے کہ اگر یہ خوبصورتی کے لئے نہیں بلکہ علاج کے غرض سے ہے تو یہ جائز ہے۔لسان العرب میں بیان کیا گیا ہے:""الفلج'کا مطلب،پیدائشی طور پر سامنے اوراطراف کے دانتوں کاالگ الگ ہونا ہے، لیکن اگر یہ مصنوعی طور پر یعنی خود سے کیا جائے تو اسے 'التفلیج'کہتے ہیں۔اور 'رجل الفلج'کے معنی ایک ایسے مرد کے ہیں کہ جس کے دانت الگ الگ ہوں، اور 'امرأة فلجاء'کے معنی ایک ایسی عورت کے ہیں کہ جس کے دانت الگ الگ ہوں"۔لہٰذا،"المتفلجۃ"کے معنی ایک ایسی عورت کے ہیں کہ جو اپنے دانتوں کو رگڑواتی ہے تاکہ دانت چھوٹے ہو جائیں اوران کے درمیان فاصلہ کم ہو جائے،دانت خوبصورت لگیں اور وہ ایک نوجوان لڑکی کی طرح نظر آنے لگے،یعنی دانتوں میں کوئی خرابی نہ ہو کہ جس کے لئے علاج کی ضرورت ہے بلکہ ظاہری شکل اور خوبصورتی کے لئے دانتوں کو بنوانا،تواس کی اجازت نہیں ہے۔اس حدیث کے مطابق جس میں نبی ﷺ نے لعنت بھیجی ہے ایسی عورتوں پر جس نے اپنے دانتوں کو خوبصورتی کے لئے جدا کروایا ہو،یعنی وہ مصنوعی خوبصورتی کی خاطر یہ کرتی ہوں۔تو یہ "خوبصورتی" شرعی وجہ(علت)ہے اس ممانعت میں، لہٰذا اگر یہ موجود نہیں ہو،یعنی اگر یہ خوبصورتی کے لئے نہیں ہو،تو جائز ہے،یعنی علاج کے غرض سے۔النووی نے خوبصورتی سے متعلق المتفلجات کے بارے میں مسلم کی حدیث کی شرح میں بیان کیا ہے:"المتفلجات 'فا'اور'جیم' کے ساتھ،جس سے مراد مفلجات الاسنان ہے یعنی سامنے اوراطراف کے دانت کو کاٹنا،لفظ 'الفلج'جس کے معنی سامنے اوراطراف کے دانتوں کے درمیان فاصلہ ہے،بزرگ خواتین نوجوان لگنے اور اپنے دانتوں کی خوبصورتی کو ظاہر کرنے کے لئے یہ فاصلہ عملِ جراحت کے ذریعے کرواتی ہیں،کیونکہ دانتوں کے درمیان یہ خوشگوار فاصلہ نوجوانی میں لڑکیوں میں ہوتا ہے۔۔۔پس ان کے بیان کے مطابق المتفلجات سے مراد خوبصورتی ہے کہ وہ خوبصورتی کی خاطر یہ کرواتی ہیں اور اس سے پتا چلتا ہے کہ اگر یہ خوبصورتی کے لئے کیا جائے تو یہ حرام ہے۔لیکن اگر علاج کے غرض سے ضرورت ہو یا دانتوں میں خرابی کی وجہ سے یا اسی طرح کچھ،تو یہ جائز ہے، اور اللہ سب سے بہتر جانتا ہے"۔

لہٰذا،شرعی وجہ(علت)"خوبصورتی" ہے،لہٰذا اگر سرجری علاج کے غرض سے انجام دی جائے تو اس کی اجازت ہے، لیکن اگر سرجری بہتر نظر آنے اورخوبصورتی کے لئے کی جائے، اور علاج کے غرض سے نہیں، تو یہ جائز نہیں ہے۔

> لہٰذا اگر سرجری علاج کے غرض سے انجام دی جائے تو اس کی اجازت ہے، لیکن اگر سرجری بہتر نظر آنے اور خوبصورتی کے لئے کی جائے، اور علاج کے غرض سے نہیں، تو یہ جائز نہیں ہے۔

میں اس رائے کو ترجیح دیتا ہوں اور اللہ سب سے بہتر جانتا ہے اوروہ زیادہ حکمت والا ہے۔

آپ کا بھائی،

عطاء بن خلیل ابو رشتہ

25رجب 1439 ہجری

12اپریل 2018

ختم شد

سوال وجواب: احسن طریقے سے قرض کی واپسی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سوال1:

امیرِ محترم! اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

اگر کسی شخص نے، مثال کے طور پر، ایک ٹن لوہا قرض لیا ہو، اور وہ قرض دینے والے کی درخواست یا دباؤ کے بغیر اپنی مرضی سے ایک ٹن اور اس سے کچھ زیادہ واپس کرتا ہے... تو کیا اسے قرض کی احسن طریقے پر واپسی نہیں سمجھا جائے گا؟ برائے مہربانی یہ ہمارے لئے واضح کریں۔ اختتام

اسماجوب

سوال2:

جیسا کہ سُنا ہے کہ کسی شخص کو قرض دیتے وقت یہ توقع کرنا حرام ہے کہ وہ آپ کو کم یا زیادہ کر کے واپس لوٹائے، بلکہ قرض واپس لوٹاتے ہوئے اُتنی ہی مقدار اور اُسی جنس کا مال واپس لوٹانا چاہیے، لیکن میں اس جملے سے کہ "احسن طریقے پر قرض کی واپسی" سے کچھ الجھ گیا ہوں اور میرا سوال ہے کہ اِسے کیوں سود نہیں سمجھا جاتا؟ جبکہ اگر جنس میں بدل یا مقدار میں کوئی اضافہ کیا جائے تو اُسے سود سمجھا جاتا ہے؟ براہ کرم نبی ﷺ کی اس حدیث کی وضاحت کریں کہ جس آپ ﷺ نے ایک اونٹ قرض پر لیا اور قرض کی احسن طریقے پر واپسی کے لئے قرض لوٹاتے ہوئے ایک بہتر چار سالہ اونٹ واپس لوٹایا، لیکن ہم نے اِس عمل کو سود کہا ہے کہ اگر کوئی ایک ٹن لوہا لے اور ڈیڑھ ٹن واپس لوٹائے؟ کیا جنس کے فرق اور مقدار میں اضافہ کرنے کو منع نہیں کیا گیا ہے؟ جزاک اللہ خیر۔ اختتام

اُم احمد

سوال3:

السلام علیکم، ہمارے عزیز شیخ، ایک جواب میں کہا گیا ہے کہ قرض مالک کو لوٹاتے ہوئے "فائدے" میں بغیر کسی اضافہ کے واپس ادا کیا جانا چاہیئے؛ ورنہ دوسری صورت میں یہ سود بن جائے گا۔ کیا یہاں اضافے سے مراد..... قرض دینے والے کی طرف سے قرض دیتے وقت کوئی مشروط اضافہ ہے...... کیا بغیر کسی شرط کے اضافہ حرام ہے؟ جزاک اللہ خیر۔ اختتام

واثقہ بوعداللہ

ختم شد

تینوں سوالات چونکہ ایک ہی موضوع کے بارے میں ہیں لہذا جواب مندرجہ ذیل ہے۔

جواب:

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

جیسا کہ نبی ﷺ کی حدیث میں بیان کیا گیا ہے کہ قرض کو احسن طریقے پر واپس لوٹاؤ، تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اُس کی جنس کی مقدار یا وزن یا پیمائش میں اضافہ کیا جائے۔ بلکہ، اس کا مطلب یہ ہے کہ قرضے کو اُسی مقدار، وزن یا پیمائش، اور اُس ہی جنس میں، لیکن اصل سے زیادہ بہتر معیار میں ادا کرنے کی اجازت ہے۔ لہذا اگر کوئی آدمی کسی دوسرے آدمی کو 10 کلو گرام وزن گندم دیتا ہے، تو دوسرا آدمی اُس سے بہتر گندم واپس دے سکتا ہے، لیکن 10 کلو گرام ہی، اور مثال کے طور پر اگر کسی نے دس صاع چاولوں (25 کلو گرام چاول) کا قرضہ لیا، تو اس سے بہتر چاول واپس دینا جائز ہے، لیکن اس ہی وزن میں، یعنی دس صاع۔ اگر کسی نے ایک بھیڑ قرض پہ لی ہے تو اُسے اِس کی اجازت ہے کہ وہ ایک بہتر بھیڑ واپس لوٹا دے، لیکن دو نہیں۔

قرض احسن طریقے پر واپس لوٹانے کا مطلب یہ ہے؛ اور یہ وزن یا پیمائش یا مقدار میں اضافہ یا جنس میں بدل نہیں ہے۔

مندرجہ بالا جواب میں اللہ کے رسول ﷺ کی بیان کردہ حدیث کا مطلب یہی ہے، جو کہ اس طرح بیان ہوئی: ابو رافع سے روایت ہے: **«اسْتَسْلَفَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم بَكْرًا فَجَاءَتْهُ إِبِلٌ مِنْ الصَّدَقَةِ فَأَمَرَنِي أَنْ أَقْضِيَ الرَّجُلَ بَكْرَهُ فَقُلْتُ لَمْ أَجِدْ فِي الْإِبِلِ إِلَّا جَمَلًا خِيَارًا رَبَاعِيًا فَقَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم أَعْطِهِ إِيَّاهُ فَإِنَّ خِيَارَ النَّاسِ أَحْسَنُهُمْ قَضَاءً»** "نبی ﷺ نے ایک جوان اونٹ قرض پر لیا، بعد میں جب اونٹوں کا صدقہ آپ ﷺ کے پاس پہنچا تو آپ ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ اُس آدمی کو ایک جوان اونٹ واپس

لوٹادو، میں نے بتایا کہ مجھے ایک چار سالہ بہتر اونٹ کے علاوہ کچھ نہیں ملا تو آپ ﷺ نے فرمایا: " اُس کو یہی دے دو، بے شک لوگوں میں سے بہتر وہ ہیں جو واپس کرنے میں سب سے بہتر ہیں "(ابو داؤد اور دیگر نے روایت کیا)

یعنی، نبی ﷺ نے اُس آدمی کو پہلے والے اونٹ کے مقابلے میں ایک بہتر اور اعلیٰ اونٹ واپس لوٹایا، لیکن اس ہی عدد میں، یعنی، ایک اونٹ ہی واپس لوٹایا۔

لہذا ہمارے جواب میں یہی کہا گیا ہے کہ، ایک ٹن لوہا قرض لے کر، ایک اور آدھا (ڈیڑھ) ٹن واپس کرنا جائز نہیں ہے، بلکہ اُسے اُتنا ہی وزن واپس لوٹایا جانا چاہیے۔ حاصلِ کلام یہ ہے کہ، قرض احسن طریقے پر واپس لوٹانے کا مطلب یہ ہے کہ وزن یا پیمائش یا مقدار میں اضافہ نہیں کیا جائے بلکہ اُسی مقدار، وزن یا پیمائش، اور اُس ہی جنس میں واپس لوٹایا جائے، لیکن اگر قرض لینے والا قرض دینے والے کی بغیر کسی پیشگی شرط کے کوئی بہتر معیار میں ادائیگی کرنا چاہتا ہے تو یہ جائز ہے، کیونکہ نبی ﷺ نے قرض دینے والے کو بغیر کسی پیشگی شرط کے بہتر لوٹایا تھا۔

کتاب "اسلام کا نظام اقتصاد" میں ربا (سود) کے سیکشن میں لکھا ہے: "قرض دینا اور قرض لینا چھ اقسام کی اشیاء میں جائز ہے اور دوسری اشیاء میں بھی اور کسی بھی ایسی شے میں جو مالکیت میں لی جاسکتی ہو اور جس کی ملکیت قانونی طور پر منتقل کی جاسکتی ہو۔ ان اشیاء میں سود اُس صورت میں ہوتا ہے کہ اگر قرض واپس لیتے وقت ہم اِس سے کوئی منافع حاصل کرنے کی کوشش کریں جیسا کہ حارث بن ابی اسامہ نے حضرت علیؓ سے روایت کیا ہے: «أن النبي صلى الله عليه وسلم نهى عن قرض جر منفعة» "نبی ﷺ نے قرض سے فائدہ اُٹھانے کو ممنوع قرار دیا"۔ اور ایک اور روایت میں ہے: «كل قرض جر منفعة فهو ربا» "ہر قرض جس کا فائدہ ہوتا ہے وہ سود ہے۔"

اس میں رعایت یہ ہے کہ جب قرض کسی اضافے کے بغیر احسن طریقے سے لوٹایا جائے تو یہ جائز ہے، جیسا کہ ابو داؤد نے ابو رافع سے روایت کیا جنہوں نے بیان کیا: **«استسلف رسول الله بكراً فجاءته إبل الصدقة فأمرني أن أقضي الرجل بكره فقلت لم أجد في الإبل إلا جملاً خياراً رباعياً فقال: أعطه إياه فإن خيار الناس أحسنهم قضاءً»** "نبی ﷺ نے ایک جوان اونٹ قرض پر لیا، بعد میں جب اونٹوں کا صدقہ آپ ﷺ کے پاس پہنچا تو آپ ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ اُس آدمی کو ایک جوان اونٹ واپس لوٹادو، میں نے مطلع کیا کہ مجھے ایک چار سالہ بہتر اونٹ کے علاوہ کچھ نہیں مل رہا تو آپ ﷺ نے فرمایا،" اُس کو دے دو، لوگوں میں سے بہتر وہ ہیں جو واپس کرنے میں سب سے بہتر ہیں۔"

یہاں یہ نہیں کہا جا رہا کہ قرض لوٹاتے ہوئے تحفے اور تحائف جائز ہیں، یعنی اگر قرض لوٹاتے ہوئے وزن یا مقدار و پیمائش میں کسی شرط کے بغیر رضاکارانہ طور پر اضافہ کیا جائے تو جائز ہے، یہ نہیں کہا گیا۔ ہاں یہ اُس صورت میں جائز ہوگا اگر تحفے اور تحائف کا یہ معاملہ قرض سے منسلک نہ ہو، لیکن سوالوں میں پوچھا گیا 'اضافہ' قرض سے جڑا ہوا ہے، اور اس لئے یہ فائدے کے زمرے میں آئے گا، جیسا کہ حارث بن ابی اسامہ نے حضرت علی کی حدیث سے روایت کیا ہے: «أن النبي صلى الله عليه وسلم نهى عن قرض جر منفعة» "نبی ﷺ نے کسی بھی قرض جس سے فائدہ اُٹھایا جائے ممنوعہ قرار دیا ہے۔" اور ایک اور روایت میں ہے: «كل قرض جر منفعة فهو ربا» "ہر قرض جس کا فائدہ ہوتا ہے وہ سود ہے۔"

اس کے علاوہ، یہ نہیں کہا گیا کہ ایک ہی طرح کی جنس میں بہتری فائدہ ہے؛ یہ اس لئے نہیں کہا گیا کیونکہ نبی ﷺ نے اس کی اجازت دی ہے اور یہ قرض کو احسن طریقے پر لوٹانے کے زمرے میں آتا ہے، جیسا کہ ابو رافع نے مندرجہ بالا حدیث میں بیان کیا ہے۔

مجھے امید ہے کہ جواب کافی ہوگا، اور جیسا اللہ چاہے۔

آپ کا بھائی

عطاء بن خلیل ابو رشتہ

5 شعبان 1439ھ،

2018/04/21 عیسوی

ختم شد

سوال وجواب: ترکی کے لیرا کا زوال

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سوال: اس سال کے آغاز سے ترکی لیرا تسلسل سے 21 فیصد گرنے کے بعد 10 اگست 2018 کو اپنی قدر میں ایک ہی دن میں 14 فیصد گر گیا۔ قدر میں حالیہ کمی میں تیزی اس وقت دیکھنے میں آئی جب امریکہ نے ترکی سے اسٹیل اور ایلومینیم کی درآمدات پر ٹیکس لگایا، اور اس نے ترکی میں 2016ء سے قید امریکی پادری کی رہائی کا مطالبہ کیا۔ اس سب کی کیا وجہ ہے؟ اور یہ تنازعہ کہاں جا رہا ہے؟ اللہ آپ کو جزائے خیر دے۔

جواب: جواب کو واضح کرنے کے لیے مندرجہ ذیل معاملات کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔

اول: لیرا کا مسئلہ اور اس کی قدر میں مسلسل بتدریج کمی۔

1۔ لیرا کا استعمال 1927 میں خلافت کے انہدام کے بعد شروع ہوا جب کرنسی کی بنیاد سونے اور چاندی سے ختم کر دی گئی اور اس کی قدر تقریباً ایک ڈالر کے برابر تھی۔ اور پھر 1933 سے لیرا کے زوال کا آغاز ہوا جب ایک ڈالر دو لیرا کے برابر تھا۔ اس بڑھتے ہوئے زوال میں تیزی آئی حتیٰ کہ 2001 میں ایک میلین لیرا کے برابر پہنچ گیا۔ ترک 1.65 ڈالر معیشت عالمی مالیاتی فنڈ (آئی ایم ایف) کے دباؤ کی وجہ سے کمزور ترین ہوگئی، جس کی وجہ سے ترکی میں برطانیہ نواز بلند ایجوت کی حکومت کمزور پڑ گئی اور 2002 کے انتخابات ہوئے جس میں اردوان اور اس کی پارٹی جیت گئی اور امریکہ کی مدد سے حکومت بنالی۔ اس کی حکومت نے چھ صفر حذف کرنے کا قانون پیش کیا جسے پارلیمنٹ نے منظور کیا اور اس کا اطلاق یکم جنوری 20051.79 سے شروع ہوا۔ یوں ڈالر لیرا کے برابر ہو گیا لیکن یہ مستحکم نہ رہ سکا۔ 2013 سے لیرا پھر گرنا شروع ہو گیا۔ 9 ماہ تک اس کی قدر میں غیر معمولی کمی آئی، یہاں تک کے 2014 کے آغاز میں یہ 30 فیصد گر چکا تھا۔ یہ آج بھی نہیں رکا۔ اردوان کی حکومت نے اس کے زوال کو قابو کرنے اور اسے مستحکم کرنے کی کوشش کی مگر ناکام ہوئی۔ اس سال کے آغاز سے لیرا قدرے نیچے آیا، یہاں تک کے 2018 کے وسط تک یعنی صرف 6 ماہ میں یہ سال کے آغاز کی قیمت کا 21 فیصد کھو چکا تھا۔

2۔ پھر اس سال 26 جولائی کو جب ٹرمپ اور اس کے نائب صدر مائیک پینس نے برنسن (امریکی پادری) کو فوراً رہا نہ کرنے کی صورت میں ترکی پر پابندیاں لگانے کی دھمکی دی، تو یہ بحران ڈرامائی انداز پھر جولائی کے آخر میں لیرا میں ابھر کر سامنے آیا۔ پر 4.91 سے 4.76 مزید گر کر ڈالر کے مقابلے میں آگیا جبکہ ابھی ترک سینٹرل بینک کی جانب سے شرح فیصد پر رکھنے کا اعلان نہیں ہوا تھا۔ 17.75 سود کو "14 سالوں میں افراطِ زر کے انتہائی درجے تک پہنچنے کے پیش نظر شرح سود میں اضافے کی امید کے برعکس منگل کو سینٹرل بینک نے شرح سود میں کوئی تبدیلی نہیں کی۔۔۔ بینک نے ایک ہفتہ تک دوبارہ خریدنے کی فیصد ہی رکھی۔۔۔ اس فیصلے کے بعد 17.75 شرح فیصد قیمت کھو 20 لیرا اس سال کے آغاز کے حساب سے فیصد پر آگیا جو اس فیصلے 4.91 کر ڈالر کے مقابلے میں پر تھا۔۔۔" (ماخذ: سکائی نیوز 4.7605 سے پہلے عربی: منگل 24 جولائی 2018)۔

3۔ پھر ٹویٹر پر ٹرمپ کا ٹویٹ آگیا اور اس نے ترکی پر پابندیاں لگانے کے فیصلے کا اعلان کیا، جس کے بعد ڈالر کے مقابلے میں لیرا کا زوال مزید تیز ہو گیا۔ واشنگٹن کے ساتھ بحران کو قابو میں کرنے کے لیے انقرہ نے ترک نائب وزیر خارجہ کے قیادت میں 7 اگست 2018 کو ایک وفد بھیجا کہ اپنے ہم منصب سے مل کر پادری برنسن (Brunson) کے معاملے پر بات چیت کرے مگر دونوں ممالک کے درمیان مذاکرات کسی نتیجے پر نہیں پہنچے۔ جیسے ہی یہ وفد واپس آنے کے لیے 9 اگست 2018 کو روانہ ہوا، ٹرمپ نے اپنے ٹویٹر اکاؤنٹ سے ٹویٹ کر کے 10 اگست 2018 کو جلتی پر تیل چھڑک دیا، اور ترکی سے اسٹیل اور ایلومینیم کی درآمدات پر ٹیکس بڑھا دیا اور ایلومینیم پر ٹیکس کی شرح کو 20 فیصد اور اسٹیل پر 50 فیصد کر دیا جس سے ایشیائی منڈی میں کی ریکارڈ سطح پر گر 7.24 لیرا ایک ڈالر کے مقابلے میں گیا۔ ترک کرنسی اس سال کے آغاز سے اب تک 40 فیصد قیمت کھو چکی ہے۔ صرف اگست کے دوسرے ہفتے میں لیرا ڈالر کے مقابلے میں 20 فیصد گرا۔ ٹرمپ نے ٹویٹ کی، "میں نے ابھی ابھی ترکی کے لیے ایلومینیم اور اسٹیل میں ٹیکس دوگنا کرنے کا حکم دیا ہے۔۔۔" (https://arabi21.com, 10/08/2018; New York Times, 10/08/2018)

4۔ لہٰذا امریکہ اور ترکی کے درمیان اقتصادی بحران کی وجہ بظاہر پادری برنسن کا معاملہ لگتا ہے، اور یہ کہ امریکی صدر کانگریس کے وسط المدتی انتخابات سے کچھ ماہ قبل بنیاد پرست عیسائی گروہوں میں موجود اپنے

ووٹروں کو اطمینان مطمئن کرنا چاہتا ہے۔ لیکن سچ یہ ہے کہ پادری برنسن کا معاملہ دراصل ترک لیرا کے زوال کی اصل وجوہات کو چھپانے کے لیے تھا، جو کہ یورپ پر ضرب لگانے کے لیے امریکہ کا کھڑا کیا ہوا ایک سیاسی بحران ہے، جس کی ہم بات کریں گے، کیونکہ اس بحران کی علامات ترک امریکہ اختلافات سے پہلے بھی موجود تھیں۔ ترک حکومت نے انتخابات نومبر 2019 کی تاریخ کو تبدیل کر کے اس سال جون میں کرانے کا اعلان کیا، تاکہ کہیں یہ بحران شدید نہ ہو جائے اور انتخابات کے نتائج پر اثر انداز ہو۔۔۔ اردوان نے خود اعتراف کیا کہ، "الیکشن کی تاریخ متعارف کروانے کا شکریہ جس کہ وجہ سے ہم ایک تباہ کن معاشی زلزلے کی تیاری کر پائیں گے ورنہ ہم اس دور سے نقصان اٹھائے بغیر نہیں نکل سکیں گے" (Turkish news page 20/4/2018)۔ اس کا مطلب ہے کہ لیرا کی قیمت میں کمی پادری کے مسئلے اور ٹیکس عائد کرنے سے پہلے سے تھی۔ برنسن کو 2016 میں قید کیا گیا، لہٰذا یہ بات ناقابل فہم ہے کہ امریکہ ترکی پر اس وقت برنسن کی وجہ سے پابندیاں لگائے، جبکہ یہ بات بھی سب کو معلوم ہے کہ امریکہ مذہب اور انسانی حقوق میں کوئی خاص دلچسپی نہیں رکھتا۔

5۔ ترک کرنسی کے اس زوال کی بہت سی وجوہات ہیں، ان میں سے اہم ترین یہ ہیں:

ا۔ پچھلی دہائی میں خطیر قرضوں کا حجم، خصوصاً نجی شعبے کی طرف سے لیے گئے قرضے۔ ترک وزارتِ خزانہ نے ستمبر 2017 میں اعلان کیا تھا کہ ترکی کا مجموعی بیرونی قرضہ 438 ارب ڈالر ہے۔۔۔ اور وہ سال 2018 میں 43 ارب ڈالر کے قرضوں کی ادائیگی کی مد میں 11 ارب ڈالر خرچ کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ ترک وزارتِ خزانہ نے 31 اکتوبر 2017 کو جاری کیے گئے ایک بیان میں کہا کہ "وہ 2018 کے 43.1 ارب ڈالر ادا 10.92 ارب ڈالر قرضے کی مد میں کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں"۔ "افراطِ زر حال میں 10 فیصد سے تجاوز کر چکا ہے" (Anadolu Agency 31/10/2017)۔ لہٰذا خطرے کی گھنٹیاں بجنے لگیں یہاں تک کہ ترک مشیر خزانہ نے حال ہی میں اعلان کیا کہ "ترکی کا بیرونی قرضہ پہلی سہ ماہی میں 466.7 ارب ڈالر ہے، 31 مارچ 2018 کو، ہے۔۔۔" (Anadolu Agency 29/6/2018)۔ یہاں یہ امر قابل غور ہے کہ اس قرض کا بڑا حصہ دراصل حکومتی منصوبوں کی وجہ سے ہے لیکن ان کو چلانے اور سرمایہ کاری کرنے کا کام نجی شعبے نے کیا کیونکہ اردوان کی حکومت نے پچھلے 10 سالوں میں حکومتی قرضوں سے بچنے کے لیے یہ منصوبے نجی شعبے کے حوالے کیے جو ان کو چلانے کے لیے بیرونی قرضے لیتے ہیں۔ لہٰذا آج نجی شعبہ قرضوں کے اس حصے کا ذمہ دار ہے جو ایک سیاسی چال ہے تاکہ حکومت اپنے بیرونی قرضوں کے کم ہونے کو بڑھا چڑھا کر بیان کر سکے!

ب۔ ترک وزارتِ تجارت و کسٹم کے 2 جنوری 2018 کے اعداد و شمار کے مطابق ترکی کی درآمدات و برآمدات کے مابین تجارتی خسارہ 2017 میں پچھلے سال کے مقابلے میں 37.5 فیصد بڑھ کر 77.06 ارب ڈالر ہو گیا۔ اس کی ادائیگی ہارڈ کرنسی (ڈالر یورو وغیرہ) میں کی جاتی ہے۔ 2017 میں ترکی کی برآمدات 157.1 ارب ڈالر تھیں جبکہ درآمدات 234 ارب ڈالر تھیں (ترک ٹی وی اور ریڈیو 2 جنوری 2018)۔ علاوہ ازیں حکومتی اعداد و شمار کے مطابق ترکی کا افراطِ زر جو سرکاری Turkish Statistical Office نے 3 اگست 2018 کو بتایا وہ 15.85 فیصد تھا (Anadolu Agency، 3 اگست 2018)۔ 2003 میں جب اردوان کی پارٹی حکومت میں آئی، اس وقت سے اب تک یہ افراط زر (مہنگائی) کی بلند ترین سطح ہے۔ مرکزی بینک کا ہدف یورپ کے معیار کے مطابق 5 فیصد افراطِ زر کا حصول تھا مگر وہ ناکام ہوا اور 8 فیصد پر آ کر رکا مگر جلد ہی پچھلے سال 10 فیصد پر بڑھا جو آج تقریباً 16 فیصد ہے۔

ج۔ ریٹنگ ایجنسیوں کے طرف سے ترکی کے معاشی معیار کو گرانے سے ترک لیرا پر دباؤ پڑا اور ترک معیشت اور لیرا پر اعتماد کمزور ہوا۔ موڈیز (ریٹنگ ایجنسی) نے 14 اپریل 2018 کو ترک کرنسی کی کمزوری اور قرضوں میں پھیلاؤ سے خبردار کرتے ہوئے کہا، "ترک کرنسی کی دائمی کمزوری خود مختار قرضوں کی درجہ بندی پر منفی اثر ڈالتی ہے اور معیشت کے لیے مسئلہ ہے" اور "ترکی کے کم زرِ مبادلہ" کا حوالہ دیا (رائٹرز 14 اپریل 2018)۔ اس ایجنسی نے 13 مارچ 2018 کو ترکی کا درجہ BA1 سے کم کر کے BA2 کر دیا، جس سے ناراض ہو کر اردوان نے کہا: "ریٹنگ ایجنسیاں ترکی کو مشکلات میں دھکیلنے میں مصروف ہیں اور مالیاتی منڈیوں کو اسے سنجیدگی سے نہیں لینا چاہیے" (ترک پریس 13 مارچ 2018)۔ ریٹنگ ایجنسی Standard & Poor's نے بھی 2 مئی 2018 کو موڈیز کی تقلید میں اچانک ترکی کے درجہ بندی میں کمی کر دی۔ ایجنسی نے اپنا فیصلہ سناتے ہوئے ترکی کو مثبت BB درجے سے گرا کر منفی BB درجہ دے دیا۔ ایجنسی نے اعلان کیا: "درجہ بندی میں کمی کی وجہ افراطِ زر میں خرابی اور شرح تبادلہ میں طویل المدتی کمی اور ترک کرنسی میں عدم استحکام سے متعلق تحفظات ہیں" (رائٹرز 2 مئی 2018)۔

Fitch)ان کے بعد فچ ریٹنگ ایجنسی
نے کہا، "ترکی کی درجہ بندی(credit ratings
ہوگئی جس کی وجہ افراطِ زر کاBB سے گر کر BB+
بڑھنا، کرنٹ اکاونٹ خسارہ اور ترکی کی معاشی پالیسی کا
غیر یقینی ہونا ہے" (ترک پریس 14 جولائی
2018)۔ یہ جانا جاتا ہے کہ یہ ریٹنگ ایجنسیاں معاشی
صورتِ حال پر اثر انداز ہونے کے لیے کردار ادا کرتی
ہیں، یہ ملک کے معاشی مسائل کو چھپاتی ہیں اور ابھرنے
نہیں دیتی جیسے پچھلے کئی سالوں سے ترکی کے ساتھ کیا،
یا راز فاش کرتی ہیں اور صورتحال کو بڑھا چڑھا کر بیان
کرتی ہیں جیسے ترکی کے ساتھ اب کر رہی ہیں۔ اب یہ
ایجنسیاں سیاسی مقاصد کے حصول کے لیے قرض دینے
والوں کو ترکی کو قرض دینے سے ڈرانا چاہتی ہیں
۔۔۔قرضوں کی ادائیگی کا مطالبہ کر رہی ہیں اور
قرضوں کی ادائیگی کے لیے ملکی مارکیٹ سے ہارڈ کرنسی
کو اکٹھا کرنے کا مطالبہ کر رہی ہیں، جس سے لیرا نیچے آ
گیا۔

دوئم: یہاں یہ سوال اٹھانا ضروری ہے: اگر لیرا
کا مسئلہ کافی عرصے سے تھا، تو پھر اس موقع پر پادری اور
ڈیوٹی کے بڑھانے کے مسئلے سے دباؤ ڈالنے کا کیا مقصد
ہے؟ اور کیوں لیرا کے زوال کو اتنا ابھارا کہ یہ لگے جیسے
لیرا کو گرانے کے لیے ترکی اور امریکہ کے درمیان تناؤ
ہے؟ جو کہ خطرناک ہے اور یہ اعلانِ جنگ ہے جس
کے نتیجے میں قطع تعلقات یا نیٹو سے بے دخلی وغیرہ ہو
سکتی ہے، مگر ایسا کچھ نہیں ہوا! تو اس کے پیچھے سچائی کیا
ہے؟ اس کی وضاحت کے لیے ہم مندرجہ ذیل بات
بیان کرتے ہیں۔

1۔ ٹرمپ انتظامیہ نے ہمیشہ با اثر کرنسیوں
خصوصاً یورو کے مقابلے میں ایک مضبوط ڈالر کا بیانیہ
اختیار کیا ہے تاکہ یوروزون میں کم شرح سود کا فائدہ اٹھا
سکے۔ اس نے اپنا شرح سود بڑھایا تاکہ یورپ سے
امریکہ آنے والوں کو زیادہ شرح سود مل سکے۔ امریکہ کا
گمان تھا کہ پیسے کے اس انتقال سے یورو ڈالر کے مقابلے
میں کمزور ہو جائے گا لیکن نتیجہ اس کی خواہشات کے
مطابق نہ نکلا اور یورو ڈالر کے مقابلے میں مضبوط ہوتا
گیا۔ یورپی مرکزی بینک نے اپنی مالیاتی پالیسی کو مضبوط
کے monetary easing بنانے کا ارادہ کیا اور
نام پر بانڈز کی خریداری کو کم کرنا یا روکنا شروع کیا، جس
کے نتیجے میں سرمایہ امریکہ سے یورپ اور ایشیاء منتقل
ہوا تاکہ سرمایہ کاری پر بہتر منافع مل سکے۔ جب ٹرمپ
اس میں ناکام ہو گیا تو اس نے درآمدات میں کمی اور
برآمدات میں اضافہ کیا تاکہ تجارت کا توازن اپنے حق
میں کر سکے اور ڈالر کو مضبوط کرے اور اس نے کچھ
"لہٰذا امریکی درآمدات پر ٹیکس لگانا شروع کیا۔
سیکٹری برائے تجارت وِلبر راس نے جمعرات 31 مئی
2018 کو اعلان کیا کہ اس کا ملک جمعہ (کل) سے یورپی
یونین، چین، میکسیکو اور کینیڈا سے درآمد شدہ اسٹیل اور
ایلومینیم پر زیادہ کسٹم ڈیوٹی عائد کرے گا"
(www.dw.com, 31/5/2018)۔

2۔ لیکن یہ تمام پالیسیاں یورو کے مقابلے میں
ڈالر کو مضبوط کرنے کے ٹرمپ کے مقصد کو پورا نہیں
کر سکیں۔ اب وہ اپنی اس خواہش کو اس طرح پوری کر
رہا ہے کہ دباؤ ڈال کر ترک لیرا کو کمزور کرے اور پھر
یورپ کی مالیاتی منڈیوں میں افرا تفری مچائے کیونکہ
یورپ اور ترکی کے درمیان مالیاتی لین دین کا ایک بہت
بڑا حجم ہے۔ ترکی میں زیادہ تر سرمایہ کاری یورپ سے
ہے جو 2017 میں 42 فیصد بڑھ گئی اور ترکی کی سب
سے زیادہ تجارت یورپ کے ساتھ ہے جو 2017 میں
160 ارب ڈالر تک پہنچ گئی جس کا فائدہ یورپ کو ہے۔
دونوں پارٹیوں نے 1995 میں دستخط شدہ کسٹم یونین
معاہدے میں ترامیم کیں جس کا مقصد 18 مہینوں میں
تجارتی حجم کو 200 ارب ڈالر تک لیجانا اور 5 سالوں میں
500 ارب ڈالر تک لیجانا تھا جس کا اعلان ترک وزیر
اقتصادیات نہت زیبیکی نے کیا (مشرق وسطیٰ 29 ستمبر
2017)۔ ترکی اور امریکہ کے درمیان تجارتی حجم
ارب ڈالر ہے جس میں 11 ماہ میں ترکی 18.7 محض
ارب ڈالر کا 7.2 کے لیے امریکی برآمدات میں
اضافہ کیا گیا (اناطولیہ ایجنسی 21 جنوری 2018)۔
اور اس لیے ترک معیشت اور ترک لیرا میں کسی قسم کا
زلزلہ یورپی معیشت میں تہلکہ مچا دے گا۔ یہ معاشی
تہلکہ، ٹرمپ کے گمان کے مطابق، یورو کے لیے
تقریباً جان لیوا ہو گا۔

3۔ یورپی منڈی پر ترک لیرا کے زوال کے اثر
ات ہو رہے ہیں۔

ا۔ ترکی کے بحران سے یورپی بینکوں کے متاثر
ہونے پر یورپی مرکزی بینک کو خدشات لاحق ہیں،
بینک، اسپین کا BNP Paribas خصوصاً فرانس کا
بینک۔ ان UniCredit بینک اور اٹلی کا BPA
تین بینکوں کا ترکی میں بہت کام ہے اور ان کے شیئرز 3
فیصد گر چکے ہیں۔ یورپ اس وقت ترکی سے شدید
متاثر ہو رہا ہے جس کی وجہ اس کی ترکی میں سرمایہ کاری
اور ترکی کے یورپی واجب الادا قرضے ہیں اور یہ امر بھی
کہ دونوں کے درمیان تجارت کا حجم کافی بڑا ہے۔

ب۔ Bank for International
Settlements (BIS) کے تازہ ترین اعداد و
شمار کے مطابق ترکی نے یورپی بینکوں سے تقریباً 224
ارب ڈالر (تقریباً 200 ارب یورو) قرض لے رکھا
ہے جس کا بڑا حصہ اسپین کے بینکوں سے لیا گیا ہوا
ہے اور ان قرضوں کا ترکی کے بحران سے متاثر ہونے کا

اندیشہ ہے۔کچھ یورپی بینکوں کے شیئرز لیرا کے زوال کے ساتھ 10سے 20 فیصد کے درمیان گر گئے جس کی وجہ ترکی کا ان سے لیا گیا قرض ہے(سکائی نیوز31 مئی2018)۔

ج۔ترکی کے قرض سے متعلق ایک اور تشویش ناک پہلو ہے،قرض کی ادائیگی کی صلاحیت کا نہ ہونا۔ 82.3ترک سرمایہ کاروں نے اسپین کے بینکوں کے ارب ڈالر اور38.4ارب ڈالر،فرانسیسی بینکوں کے اطالوی بینکوں کے 17ارب ڈالر ملکی یا غیر ملکی کرنسیوں ،اطالوی BBVAمیں ادا کرنے ہیں۔اسپین کا بینک BNP،اور فرانسیسی کمپنی UniCreditبینک Paribasنے اپنے شیئرز کی قیمت کھودی ہے۔ https://www.ft.com/content/51311230-9be7-11e8-9702-5946bae86e6d

لیرا کی قیمت میں کمی سے یہ اندیشہ بھی پیدا ہوتا ہے کہ ترکی کہیں اپنے ذمے واجب الادا قرضوں سے دست بردار نہ ہو جائے جس کا یورپ پر بہت بڑا اثر ہو گا۔

د۔ایسی خبریں ہیں جن سے اشارہ ملتا ہے کہ ترکی کی بڑی کمپنیاں بڑے قرضوں میں ڈوب چکی ہیں جو 220ارب ڈالر سے زیادہ ہیں،انھوں نے حکومت سے درخواست کی ہے کہ لیرا کے گرنے کے بعد ان کو قرض دینے والوں سے تحفظ فراہم کیا جائے۔ان گروپ شامل ہے جس کو **Doğuş** کمپنیوں میں ایک ارب پتی فرٹ شاہنک چلاتا ہے جس نے بینکوں کو اربوں کے ڈالر کے بیرونی قرضوں کو ری اسٹرکچر کرنے کا کہا۔کچھ اندازوں کے مطابق،کل قرضہ جسے ری اسٹرکچر کرنے کا کہا گیا،20ارب ڈالر ہے۔ہ۔جرمنی کی صنعتوں اور چیمبر آف کامرس کی فیڈریشن نے اعلان کیا کہ ترکی میں موجود تقریباً6500جرمن کمپنیاں ترک معیشت کی غیر یقینی صورتحال سے اثر انداز ہوئی ہیں،جو اشارہ ہے کہ جرمن کمپنیاں ترک منڈیوں میں مزید سرمایہ کاری کے منصوبے ختم کر دیں گی۔

(www.lebanon24.com13/8/2018)

سوئم:لہٰذا امریکی چال کے ذریعے تیزی سے بڑھتے زوال میں لیرا کے بحران کو ابھارنا اس لیے تھا کہ یورپی معیشت کو بڑا جھٹکا دیا جائے اور یورو پر حملہ کر کے اسے ڈالر کے مقابلے میں کمزور کیا جائے۔گو کہ لیرا پر دباؤ ڈالنے کے امریکی اعمال ترک لوگوں کی زندگیوں پر بھی اثر ڈالیں گے مگر ٹرمپ کو اس کی پرواہ نہیں۔گو کہ ہم ٹرمپ کی بے رحمی کا مشاہدہ کر سکتے ہیں جب وہ اپنے ذہنیت کی وجہ سے cowboyخون میں دوڑنے والی کسی بھی ایسی کرنسی کو نشانہ بناتا ہے جو ڈالر سے مقابلہ کرے لیکن افسوسناک بات تو یہ ہے کہ اردوان نے اس کا ادراک نہیں کیا اور ٹرمپ کے عمل پر حیران ہوا اور سوچا کہ ٹرمپ ایک پادری کے لیے اپنے اتحادی کے ساتھ ایسا کیسے کر سکتا ہے؟"ایک پادری کے لیے ترکی کو دھمکانے کی جرأت کرنا غلط ہے"اس نے اُنیی کے میں ایک ریلی کے سامنے Black Sea قصبے کہا:۔"میں امریکہ میں رہنے والے سے پھر کہتا ہوں:شرم کرو،تم اپنے اسٹریٹیجک نیٹو اتحادی کو ایک پادری کے بدلے چھوڑ رہے ہو"(الانباء ویب سائٹ،اتوار12اگست2018)۔پھر اس نے دکھ اور گلہ کرتے ہوئے ٹرمپ سے کہا کہ ترکی نے امریکہ کے لیے بہت کچھ کیا ہے اور اس کی خاطر لڑا ہے!

ایک کالم بعنوان:"اردوان:ترکی امریکہ کے ساتھ تنازعہ کو کیسے دیکھتا ہے"،جو دی نیویارک ٹائمز میں10اگست2018کو چھپا،میں اردوان نے کہا، "۔۔۔پچھلی 6دہائیوں سے ترکی اور امریکہ اسٹریٹیجک شریک اور نیٹو اتحادی رہے ہیں۔۔۔دونوں ممالک سرد جنگ اور بعد کے حالات میں آنے والے مشترکہ چیلنجوں کے خلاف کندھے سے کندھا ملا کر کھڑے ہوئے ہیں۔۔۔پچھلے سالوں میں ترکی نے فوراً امریکہ کی مدد کی،جب بھی ضرورت پڑی۔ہمارے فوجی مردوں اور عورتوں نے کوریا میں اکٹھے خون بہایا۔ 1962میں کینیڈی انتظامیہ اٹلی اور ترکی سے جیوپیٹر میزائل ہٹانے ہی کی بنیاد پر سوویت(یونین)کو کیوبا سے میزائل ہٹانے پر مجبور کر سکا۔11ستمبر دہشت گردی کے حملوں کے بعد،جب واشنگٹن اپنے دوستوں اور اتحادیوں پر انحصار کر رہا تھا کہ برائی پر واپس وار کیا جائے،ہم نے اپنے فوجی افغانستان بھیجے تاکہ نیٹو مشن پورا کیا جا سکے"۔لہٰذا اردوان نے امریکہ کو،جو اسلام اور مسلمانوں کا دشمن ہے،اپنی وفاداری دکھائی اور اس کا انعام اسے حوصلہ شکنی کی صورت میں ملا۔

چہارم:امریکہ اور ترکی کے درمیان بحران کے مستقبل اور ترک لیرا کے مسئلہ کے بارے میں ہم یہ امید کرتے ہیں:

1۔ترک لیرا پر امریکی دباؤ کا مقصد،جس سے لیرا کا زوال تیز تر ہوا،یہ تھا کہ یورپی معیشت کو کمزور کرنے کے لیے یورپ میں افراتفری پھیلائی جائے جس سے یورو گر جائے،جس کی وجہ یورپ اور ترکی کے

درمیان مالی اور معاشی تعلقات کی کثرت ہے اور اس کے نتیجے میں یوروڈالر کے مقابلے میں پہلے ہی گر چکا "۔۔۔جمعہ کو یورو بری طرح نیچے آیا جب ہے۔ ECB فائینانشل ٹائمز نے دو ذرائع کی بنیاد پر کہا کہ (یورپی مرکزی بینک) سپین، اٹلی اور فرانس کے بینکوں کے ترکی کے معاملے سے متاثر ہونے کے بعد ان کے بارے میں خدشات کا شکار ہے، اور آج یورو ڈالر کی سطح پر آگیا جو جولائی سے اب تک 1.13655 کی ڈالر کے مقابلے میں کم ترین سطح ہے" (رائٹرز، پیر، 13 اگست 2018)۔ اگر ٹرمپ یورو کو اس انداز سے ضرب لگانے میں کامیاب ہو جاتا ہے جو اس کے تکبر کی تسکین کرے، تو وہ شاید دوبارہ ریٹنگ اداروں کے توازن کو بڑھا کر لیرا کی مدد کرے، جیسا اس نے اس وقت کیا تھا جب 2003 میں اردوان آیا تھا، جب لیرا کمزور تھا اور معیشت بلند ایجوت کے دور میں غیر مستحکم تھی اور پھر امریکہ اور اس کے ایجنٹوں کے ذریعے اور ترکی کی ریٹنگ بڑھا کر مسلسل قرضوں کے ذریعے بڑھتی معیشت کا غبارہ پیدا کیا۔۔۔ اور اس طرح ترکی کی بڑھتی معیشت کو ابھارا گیا، حالانکہ یہ قرضوں اور سود پر مبنی تھی!

2۔ جہاں تک ڈیوٹی کا تعلق ہے، یہ غیر اہم ہے۔ ترکی کی امریکہ کی طرف برآمدات ایک ارب ڈالر سے کچھ زیادہ ہیں (الیوم اصابی 2 اگست 2018)، جو ایسے ملک کو متاثر نہیں کرتیں جس کی 2017 کی برآمدات 157 ارب ڈالر سے زیادہ ہوں (بوابت الشرق 2 جنوری 2018)۔ جیسے نیت یہ تھی کہ ترک معیشت میں عدم استحکام پھیلایا جائے اور پھر ترک لیرا کو اندھیرے میں دھکیلا جائے اور یہ مل کر، یورپ اور ترکی کے درمیان معاشی اور مالی لین دین کے حجم کی وجہ سے، یورپی معیشت اور یورو پر اثر ڈالیں اور ایسا ہی ہوا۔۔۔

3۔ پادری سے متعلق: وہ دو سال سے قید میں ہے اور ترکی اور امریکہ کے درمیان معاملات پرامن تھے لیکن ٹرمپ نے اب انتخابات کے لیے اس کو اٹھا دیا اور امریکہ اور ترکی کے درمیان کشیدگی کا ماحول پیدا کرنے کے لیے جو مالی منڈیوں پر اثر انداز ہو۔ یہ اس مسئلے کا ایک ضمنی حصہ ہے نہ کہ کوئی اہم حصہ۔ لہٰذا جب یورو کا مقصد حاصل ہو جائے گا جس میں زیادہ عرصہ نہیں لگے گا۔۔۔ پادری کو امریکہ کے حوالے کر دیا جائے گا اور ضروری نہیں کہ امریکہ اردوان کی عزت رکھے یا نہ رکھے!

4۔ ترک لوگوں کی مشکلات جو لیرا کے گرنے اور قیمتوں کے چڑھنے اور روزمرہ کی مشکلات سے پیدا ہوئی، ٹرمپ یا اس کے حواریوں یا ایجنٹوں کو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ شاید یہ پیروکار اور حمایتی اس سے سبق سیکھیں اور اس امر کی طرف عقلمندی کا مظاہرہ کریں کہ ان کے آقا کی نظر میں ان کی کوئی قدر و قیمت نہیں۔ اگر ان آقاؤں کے مفادات یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ وہی کریں جو ان کی مرضی ہے، چاہے یہ ان پیروکاروں کے لیے توہین ہی کیوں نہ ہو یا شرمندگی کا باعث ہو، تو جو شرمندگی کے عادی ہیں ان کو اس توہین سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔

اختتامیہ:

-وہ بحران جو ٹرمپ نے پیدا کیا یعنی کسٹم ڈیوٹی، پادری کا مسئلہ، ترکی کی ریٹنگ میں کمی، ترکی کے قرضوں کو نمایاں کرنا وغیرہ اور لیرا کا زوال، اس بحران کا مقصد یورپی معیشت کو کمزور کرنے کے لیے یورپ میں افراتفری مچانا اور پھر یورپ اور ترکی کے درمیان معاشی اور مالی لین دین کے حجم کی وجہ سے یورو کو زوال پزیر کرنا ہے، جس کے نتیجے میں دراصل یورو ڈالر کے مقابلے میں گرا ہے۔

-اور چونکہ اردوان امریکہ کے دائرہ اثر میں ہے، ایسا لگتا ہے کہ یہ بحران طویل نہیں ہوگا۔ اگر ٹرمپ یورو کے زوال سے مطمئن ہو جاتا ہے چاہے یہ نہ knockout ایک اس کی توقعات کے برعکس بھی ہو، یہ زیادہ دور نہیں جائے گا۔ پھر ٹرمپ نے جیسے یہ بحران کھڑا کیا تھا ویسے ہی اسے ختم کرے گا چاہے اردوان کی عزت بچے یا نہ بچے۔ اور پھر پادری کو چھوڑ دیا جائے گا اور ڈیوٹی ختم یا کم کر دی جائے گی۔ ریٹنگ ایجنسیاں ترکی کی درجہ بندی بہتر کر دیں گی جب واجب الادا قرض مزید قرضے لے کر ٹال دیا جائے گا۔ لہٰذا لیرا کی قیمت بہتر ہو جائے گی چاہے بحران سے پہلی والی حالت پر واپس نہ بھی آئے۔ ٹرمپ اور اردوان دوبارہ دوستی کی پینگیں بڑھائیں گے جیسے کچھ ہوا ہی نہیں!! وغیرہ وغیرہ۔۔۔ اگر ان کے آقاؤں کے مفادات ان کی تذلیل کا تقاضا کرتے ہیں تو یہی ہوگا، لیکن اگر ان کو ہٹانے کی ضرورت ہے تو پھر یہی ہوگا، جو کہ ان سے پہلے کے حمایتیوں کے ساتھ ماضی میں ہوا، کیا ان کو یاد نہیں؟

(إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَذِكْرَىٰ لِمَنْ كَانَ لَهُ قَلْبٌ أَوْ أَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيدٌ)

"بے شک اس میں شخص کے لیے بڑی عبرت ہے جس کے پاس (فہیم) قلب ہو یا وہ متوجہ ہو کر (بات کی طرف) کان ہی لگا دے" (ق، 37)

(عربی سے ترجمہ)

12 ذوالحجہ 1439 ہجری

23 اگست 2018 عیسوی

پاکستان کے مفادات کے تحفظ کے لیے نیٹو سپلائی لائن کاٹ دو، امریکہ کی غیر سرکاری فوج اور انٹیلی جنس کو ملک بدر کرو اور امریکی سفارتخانے اور قونصل خانوں کو بند کرو جو جاسوسی کے اڈے ہیں

پریس نوٹ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

5 ستمبر 2018 کو امریکہ کے سیکریٹری خارجہ مائیک پومپیو اور امریکہ کے جوائنٹ چیفس آف اسٹاف کمیٹی جنرل جوزف ایف ڈینفورڈ کے دورۂ پاکستان پر پاکستان کے نئے حکمرانوں کی جانب سے رضامندی ظاہر کرنے اور ان کے استقبال کی تیاریوں کو حزب التحریر ولایہ پاکستان مکمل طور پر مسترد کرتی ہے۔امریکہ کی سیاسی وفوجی قیادت کے دورۂ پاکستان کا مقصد پاکستان کو اس بات پر مجبور کرنا ہے کہ وہ افغان طالبان کے خلاف اپنی سیاسی وفوجی طاقت استعمال کر کے انہیں مذاکرات کی میز پر بٹھائے تاکہ افغانستان میں امریکہ کی موجودگی کو مستقل بنیادوں پر یقینی بنایا جاسکے۔یہی وجہ ہے کہ امریکی پینٹا گون نے یکم ستمبر 2018 کو کولیشن سپورٹ فنڈ کے 300 ملین ڈالر رقم کی ادائیگی یہ کہہ کر ختم کر دی کہ پاکستان زبردست افغان مزاحمت کو ختم کرنے کے لیے مزید اقدامات اٹھائے (ڈومور)، وہ افغان مزاحمت کہ جس کی وجہ سے امریکہ کی قابض افواج گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہو چکی ہیں۔

پاکستان کے حکمران ایک طرف تو یہ تاثر دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ وہ "آزاد" ہیں لیکن وہ امریکی منصوبوں پر عملدرآمد کے سلسلے میں امریکی حکام کے ساتھ گفت وشنید کے لیے مسلسل اور کثرت سے ملاقاتیں کرتے ہیں اگرچہ خطے میں امریکی موجودگی ہی پاکستان اور اس کے ایٹمی اثاثوں کے لیے حقیقی خطرہ ہے۔پاکستان کی سیاسی وفوجی قیادت امریکہ کے ساتھ انتہائی قریبی تعلقات برقرار رکھتی ہے اگرچہ امریکی موجودگی کی وجہ سے ہی افغانستان کے دروازے بھارت کے لیے کھلے تاکہ اسے وہاں زبردست اثرورسوخ حاصل ہو سکے اور اب اس اثرورسوخ کو ہندو ریاست پاکستان بھر میں فتنے کی آگ بھڑکانے کے لیے استعمال کر رہی ہے۔کیا حکمرانوں پر لازم نہیں کہ وہ امریکی افواج کے لیے پاکستان سے گزرنے والی سپلائی لائن کو مستقل طور پر ختم کر دیں؟ کیا حکمرانوں پر لازم نہیں کہ وہ امریکہ کی غیر سرکاری فوج اور انٹیلی جنس اہلکاروں کو پکڑ کر ملک بدر کر دیں جو ہماری افواج پر حملے کرواتے ہیں تاکہ امریکہ کی جنگ ہماری جنگ بن سکے؟ کیا وقت نہیں آگیا کہ امریکی سفارتخانے اور قونصل خانوں کو بند کیا جائے جو امریکی دفتر خارجہ اور پینٹا گون کے لیے جاسوسی کے مراکز کے طور پر کام کرتے ہیں؟ کیا حکمرانوں پر لازم نہیں کہ وہ مخلص قبائلی جنگجوؤں کی اس وقت تک حمایت کریں جب تک وہ صلیبی امریکہ کو بے دخل نہ کر دیں بالکل ویسے ہی جیسے انہوں نے برطانوی راج اور سوویت رشیا کو بے دخل کیا تھا؟ کیا حکمرانوں پر لازم نہیں کہ وہ امریکیوں کے ساتھ کسی بھی قسم کی بات چیت کو مسترد کر دیں جس کے ذریعے مسلم دنیا کی واحد ایٹمی قوت کے دروازے پر (یعنی افغانستان میں) امریکہ کو اپنی موجودگی برقرار رکھنے کا موقع ملتا ہو؟ یہ بات واضح ہے کہ حکمرانوں کی جانب سے دیا جانے والا یہ تاثر کہ وہ "آزاد" ہیں اور ریاستِ مدینہ کے ماڈل کی پیروی کریں گے محض باتیں ہی ہیں جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہی ہے۔وقت آچکا ہے کہ مسلمان اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی وحی کی بنیاد پر حکمرانی کے مطالبے سے کم کسی چیز پر راضی نہ ہو جو دنیا میں ہماری سربلندی وعزت کا باعث بنے گی اور آخرت میں ہمارے رتبے کو بلند کرے گی۔یہ بات ثابت شدہ ہے کہ مسلمانوں کی طاقت کا ماخذ نبوت کے طریقے پر قائم ہونے والی خلافت ہی ہے۔صرف خلافت ہی نیٹو سپلائی لائن کاٹ کر، امریکہ کی غیر سرکاری فوج اور انٹیلی جنس اہلکاروں کو ملک بدر کر کے اور سفارتخانے اور قونصل خانوں کے نام پر چلنے والے جاسوسی کے مراکز کو بند کر کے خطے میں امریکہ کی موجودگی کو جڑ سے اکھاڑ دے گی۔صرف خلافت ہی اسلام اور مسلمانوں کے مفادات کے تحفظ کے لئے تمام وسائل کو بروئے کار لائے گی۔اور صرف خلافت ہی موجودہ مسلم ممالک کو یکجا کر کے دنیا کی ایک طاقتور اور باوسائل ریاست میں تبدیل کرنے کے لیے کام کرے گی۔اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا، **الَّذِينَ يَتَّخِذُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِن دُونِ الْمُؤْمِنِينَ أَيَبْتَغُونَ عِندَهُمُ الْعِزَّةَ فَإِنَّ الْعِزَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا** "جو مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست بناتے ہیں۔کیا یہ ان کے ہاں عزت حاصل کرنا چاہتے ہیں تو عزت تو سب اللہ ہی کی ہے" (النساء: 139)۔

ولایہ پاکستان میں حزب التحریر کا میڈیا آفس

Pompeo
Go
Home
Dunford
Go
OME
پاکستان بھر میں دہشت گردی کا ذمہ دار پومپیو
کا سرکاری استقبال امریکی نواز پالیسی کا تسلسل ہے
حزب التحریر ولایہ پاکستان

پاکستان بھر میں دہشت گردی کے ذمہ دار
"پومپیو" کا سرکاری استقبال امریکہ نواز پالیسی کا تسلسل ہے
حزب التحریر ولایہ پاکستان

مسلم دنیا میں اردو بولنے والوں کے لیے

حزب التحریر کے مرکزی میڈیا آفس کی اردو ویب سائٹ

www.hizb-ut-tahrir.info/info/urdu.php

حزب التحریر کے مرکزی میڈیا آفس کی ایک اردو ویب سائٹ ہے جس کو www.hizb-ut-tahrir.info کے ذریعے دیکھا جاسکتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی امت میں اردو بولنے، لکھنے اور سمجھنے والے کروڑوں مسلمانوں کے لئے یہ اردو ویب سائٹ معلومات حاصل کرنے کا ایک اہم ذریعہ ہے۔ اس ویب سائٹ پر پوری مسلم دنیا میں خلافت کے قیام کے لیے کام کرنے والی جماعت حزب التحریر کی انڈونیشیا سے لے کر مراکش تک مختلف ولایات کی جانب سے جاری کی گئیں پریس ریلیز زاور لیفلٹ دیکھے جاسکتے ہیں۔اس کے علاوہ اس ویب سائٹ پر مسلم دنیا میں حزب التحریر کی خلافت کے قیام کی زبردست جدوجہد کے حوالے سے تحریریں، تصاویر، آڈیوز اور ویڈیوز بھی دیکھی جاسکتی ہیں۔اس کے ساتھ ساتھ اس ویب سائٹ کے ذریعے حزب التحریر کے امیر، مشہور رہنما اور فقیہ، شیخ عطا بن خلیل ابوالرشتہ سے سوالات بھی پوچھے جاسکتے ہیں۔

یقیناً اردو زبان کی موجودگی خلافت کا تحفہ ہے کیونکہ یہ زبان ریاستِ خلافت کی مسلم افواج کی فوجی چھاؤنیوں میں وجود میں آئی تھی جن میں ترکی، فارس، عرب اور برِصغیر پاک و ہند سے تعلق رکھنے والے مسلمان موجود ہوتے تھے۔درحقیقت لفظ اردو ترک زبان کا لفظ ہے جس کے معنی "لشکر" کے ہیں۔آج کے دن تک اردو کا رسم الخط، اس کے الفاظ اور طرزِ تحریر قرآن اور خلافت کی سرکاری زبان عربی پر بے حد انحصار کرتی ہے۔

حزب التحریر ولایہ پاکستان اردو زبان استعمال کرنے والے صحافیوں، میڈیا اور سوشل میڈیا کو اس بات کی دعوت دیتی ہے کہ وہ حزب التحریر کی جدوجہد اور کام سے مسلسل آگاہی کے لیے اس بہترین ویب سائٹ کو استعمال کریں۔

ولایہ پاکستان میں حزب التحریر کا میڈیا آفس